روحانیت کے بلند ترین خیالات کا پرچارک

رسالہ "اوم" دہلی

Estd 1934 June, 1963.

Shri Swami Dayanand Saraswati.

Price 56 nP. Editor :- G. N. NANDA

آپ چاہے کچھ بھی کیوں نہ کرتے ہوں . . .

آپ کا کام
دیش کے لئے
کیا گیا کام ہے

آپ، آپ کا کام، آپ کی زندگی، سبھی کچھ اُس بھارت کا حصہ ہے جو آج اپنی قوت اور اہلیت بڑھانے کے لئے جی جان سے جُٹا ہوا ہے۔ اس وقت ڈھیل ڈھال اور سُست روی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ آپ کا کام خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو ہوشیاری سے اور اعلیٰ طریقے پر کریں۔ کام میں رُکاوٹ، تاخیر یا کوئی اور اڑچن نہ پڑنے دیں۔ فتح آپ جیسے لاکھوں کروڑوں لوگوں کی کڑی محنت ہی کا پھل ہوتی ہے۔

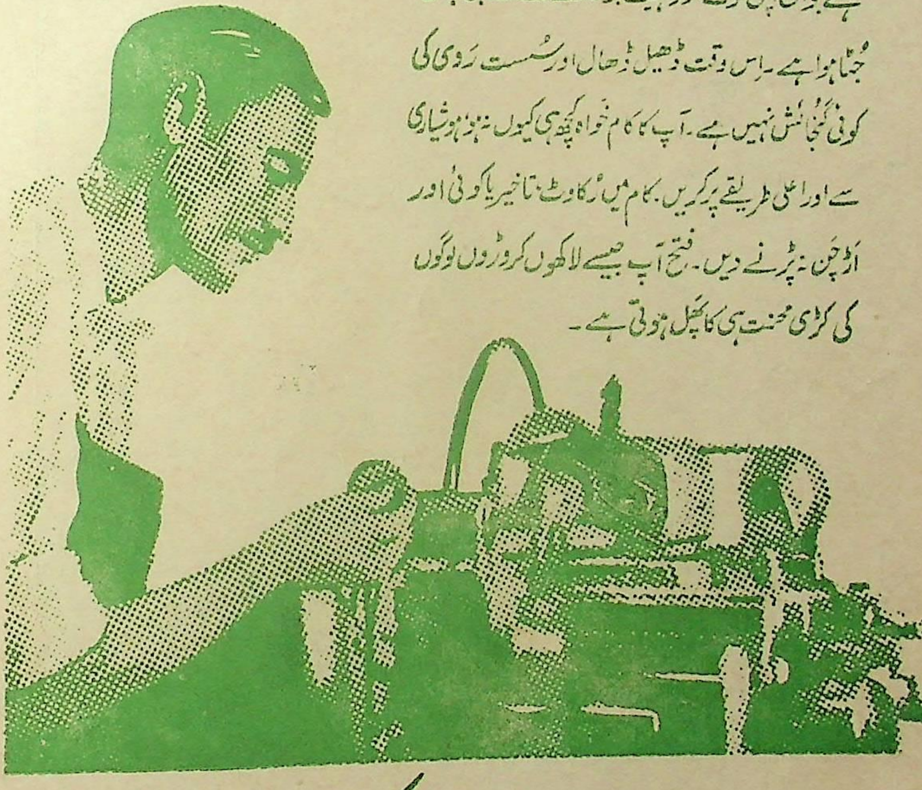

جی توڑ محنت کریں
زیادہ پیداوار اور مضبوط دِفاع کے لئے

DA—63/73

روحانیت کے بلند ترین خیالات کا پرچارک

ایڈیٹر
گورکھ ناتھ نندہ

رسالہ ادم

جون سنہ ۱۹۲۳ء

چندہ
سالانہ سات روپے
ممالک غیر سے
دس روپے

فہرست مضامین

نام مضمون	لکھنے والے	صفحہ
فہرست مضامین		۱
راہِ عمل	شری نوبت رائے شوخ	۲
ایشور اور اُس کی پراپتی	سمپادک	۳-۴
ہے پربھو مجھے اپنے میں ملا لو	شری رویندر ناتھ ٹیگور	۵
آفتاب ادم	شری نوبت رائے شوخ	۵
ایشور بھگتی کے تین ستر	سنت ہری سنگھ جی	۶-۹
جیون کی سیڑھیاں	کوی لوکناتھ دِل	۱۰
آتم بودھ	شری بھاگ مل سیٹھی	۱۱-۱۴
منظوم افسانے	کرشن رہبر بی اے	۱۴
سوامی دیانند سرسوتی	پنڈت امرناتھ جی	۱۵-۲۰
استقلال (نظم)	ماخوذ	۲۰
غلاموں کی دردناک زندگی کا درشیہ		۲۱
سچی بات	شری ناز سونی پتی	۲۲
گورو وِرجانند جی	چودہری بالمکند جی بی اے ایل ٹی	۲۳-۲۴
سادہ جیون	شری گنیش دت جی آریہ سیوک	۲۴
روایاتِ کہن	شری روشن ٹیپالوی	۲۵
مہاراجہ رنتی دیو	ایڈیٹر	۲۶
یتیموں کی فریاد	منشی جیوند لال صاحب شاد	۲۷-۲۸
گورو ارجن دیو جی	سورگیہ بھائی پرمانند جی	۲۹-۳۰
ہندو تے سکھ (پنجابی نظم)	کوی بینا لال ٹشل	۳۱
مذہب اور سیاست میں فکر	شری رلیا رام شاہ	۳۲-۳۵
اے وطن ہندی سپاہی	شری حسرت رسالپوری	۳۵
اُپنیشد اور پاون	ایڈیٹر	۳۶-۳۷
بھگوت بھگتی چمن چمن کے پھول	ڈاکٹر راج بہادر ورما — مہاتما دوارکا ناتھ جی	۳۸-۳۹

(شری گورکھ ناتھ نندہ ایڈیٹر پرنٹر پبلشر و مالک نے کھنہ لیتھو پریس چاوڑی بازار دہلی سے چھپوا کر دفتر رسالہ ادم اجمیری گیٹ دہلی سے شایع کیا)

راہِ عمل

شری نوبت رائے شوخ

چشمِ بینا میں بصیرت کا اثر پیدا کریں
جو پڑے عیبوں پہ اپنے وہ نظر پیدا کریں

عاقبت اندیش ہو کر مائلِ اصلاح ہوں
اپنے اندر چشمِ مستقبل نگر پیدا کریں

عیب چن چن کر نکالیں ناخنِ تدبیر سے
خوبیاں ہستی میں اپنی بیشتر پیدا کریں

صاف ہو زنگِ کدورت سے جو دل کا آئینہ
ہر نظر میں اپنی حسنِ جلوہ گر پیدا کریں

اپنے اندر بارشِ انوار روز و شب رہے
ہم جلائے قلب سے شمس و قمر پیدا کریں

جس طرف دیکھیں نظر میں جلوۂ جانانہ ہو
ہم تصوّر میں کسی کے بام و در پیدا کریں

لاؤ ہم بن کر دکھائیں نقشِ پائے رفتگاں
ہمتوں میں اپنی سعیِ کارگر پیدا کریں

چشمۂ صد فیض بن کر عالمِ امکاں میں ہم
خارزاروں میں بھی نقشِ رہگذر پیدا کریں

ہم سما جائیں ہر اک جانِ حزیں میں بن کے روح
داروئے ہر درد بن جائیں اثر پیدا کریں

ہر دلِ مایوس میں اپنی نگاہِ لطف سے
جذبۂ حسنِ یقیں شام و سحر پیدا کریں

ہوں اگر آگاہ اپنے جوہرِ فطرت سے شوخ
ہم سرشکِ گریہ میں لعل و گہر پیدا کریں

رُوحانیت کے بلند ترین خیالات کا پرچارک

رسالہ اوم دہلی

بابت ماہ جون ۱۹۶۳ء

ایشور اور اُس کی پراپتی

ایشور یا برہم جس کا مقدس نام "اوم" ہے وہ لا انتہا رُوح ہے جو تمام کائنات میں پھیلی ہوئی ہے۔ وہی سب کچھ ہے اور اسی میں سب کچھ ہے۔ شاستر کاروں نے جگیاسوؤں کو سمجھانے کے لئے اسی کا سروپ ست چت آنند اور پُورن بتایا ہے۔ دراصل اُس کا کوئی نام نہیں۔ وہ نام اور رُوپ سے پرے ہے۔ وہ ان اندریوں یعنی حواسوں سے دُور پرے ہے۔ وہ من اور بُدھی سے بھی پرے ہے۔ اس تک ان اندریوں کی رسائی ہرگز نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ اندریاں اُس سے ہی ظاہر ہوئی ہیں اس لئے اس رُوح القدس (برہم) ایشور کو "یہ ہے" کہکر دکھلانا ناممکن ہے۔ البتہ قدرت کے کاموں سے جن میں بڑے بڑے قوانین اور طاقتیں ظاہر ہو رہی ہیں۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ کوئی ایک زبردست اور لا انتہا طاقت ہے جو قدرت کے کاموں کو باقاعدگی سے چلا رہی ہے۔ ناستک لوگ جو ایشور یا خُدا کے نام سے نفرت کرتے ہیں اور اس کی ہستی سے منکر ہیں وہ بھی اس قانون قدرت کے قائل ہیں۔ سُورج چاند ستارے۔ زمین سمندر۔ پانچ عناصر آکاش وایو اگنی جل اور پرتھوی ان سب کو پیدا کرنے والی اور ان کو ایک قانون کے تحت قائم رکھنے والی اور پرلے کے سمے ناش کرنے والی۔ موسموں کی وقت پر تبدیلی کرنے والی جسم کو پیدا کرنے والی اور اس کو بڑھانے گھٹانے والی قوت۔ بچہ کو ویرج کی ایک بوند سے باپ کی شکل و شباہت کے مطابق ماں کے پیٹ میں تیار کرنے والی۔ پانچ گیان اندریوں اور پانچ کرم اندریوں اور پانچ پرانوں کا جیو کے اندر سنچار کرنے والی۔ ماں کے پیٹ میں جیو کی رکھشا کرنے والی اور عین وقت معین پر جنم دینے والی۔ پرورش کرنے والی۔ ماں کے تھنوں میں دُودھ لانے والی۔ جوانی میں شریر کو پُورن رُوپ سے نشوونما دینے والی۔ پھر بڑھاپا لانے والی اور آخر یم رُوپ ہو کر ناش کرنے والی"۔ **ذرا سوچو تو وہ کونسی طاقت ہے؟**

جو دکھائی تو دیتی نہیں لیکن کام سب کر جاتی ہے۔ اس کی آنکھیں نہیں لیکن وہ سب کو دیکھتی ہے۔ اس کے ہاتھ نہیں لیکن وہ سب کو پکڑتی ہے۔ اس کے پاؤں نہیں لیکن وہ سب جگہ پہلے ہی موجود ہے۔ آخر کہنا پڑتا ہے کہ سبحان تیری قدرت

دُنیا کے تمام مذاہب اور رُوحانیت کے فلاسفر یوگی مہاتما سب نے اتفاق رائے سے دُنیا کے لوگوں کو اُس ذات حقیقی کی پہچان کے لئے مختلف سادھن بتائے ہیں۔ اس لئے ان مختلف سادھنوں اور اصُولوں کے کارن مختلف مذاہب نظر آتے ہیں ورنہ عقیدہ سب کا ایک ہی ہے۔

एकं सत विप्रा: बहुदा वदन्ति ॥

حقیقت یعنی ست ایک ہے۔ لیکن مہاپرشوں (ودوانوں) نے اس کی ویاکھیا مختلف ڈھنگوں میں کی ہے۔

حقیقت ایک ہی ہے مگر بیانات میں اختلاف ہے۔ اس لئے دانا لوگ تمام مذاہب کو ایک ہی دھرم کی مختلف شاخیں تصور کر کے کسی کے ساتھ عداوت نہیں کرتے بلکہ سب گذشتہ رہنماؤں اور بزرگوں کو جنہوں نے سچائی کی تلاش کی اور ست کو پرگٹ کیا اُن کی دلی عزت کرتے ہیں۔ اور یگانگت کے مسئلہ کا ہی دُنیاوی لوگوں میں پرچار کرتے ہیں جس شخص کو معرفتِ حقیقی حاصل ہو جاتی ہے اس کی نظر میں سب یکساں ہو جاتے ہیں۔ اور وہ سب کے ساتھ بے غرضانہ محبت کرتا ہے۔ اس کے اندر سے بدگوئی اور عیب جوئی کا میلان جاتا رہتا ہے۔ اور وہ ہر قسم کی بُرائی یا بدی سے دُور ہو جاتا ہے۔ اس میں وہ اعلےٰ درجہ کی پاک روشنی بھر جاتی ہے جس سے محبت نیکی اور انصاف خود بخود پھوٹ پھوٹ کر نکلتے ہیں۔

ایشور ہمارے ہردے میں وشیش رُوپ سے اپنا جلوہ دکھا رہا ہے جس بھی مہاپُرش نے اس کا انوبھو کیا ہے اس نے پہلے اپنے ہردے مندر میں ہی اس کو محسوس کیا ہے اور بعد میں اس کا ظہور بیرونی دُنیا میں دیکھا ہے۔ ہم جس قدر اُس مقدس ذات کو باطن میں موجود اور باہر دُنیا میں اسی کا رُوپ پرتکھش دیکھیں گے اُسی قدر ہمارے اندر اُس ذاتِ پاک کی تمام پوشیدہ طاقتیں نمودار ہوتی جائیں گی۔ اور ہم اپنے اندر ایک نئی اور نرالی دُنیا کا ظہور دیکھیں گے۔ بظاہر دُنیا ہمیں ایک خواب کی دُنیا نظر آئے گی اور ہم اس کو اپنے ہی سنکلپ سے پیدا شدہ تصور کرنے لگیں گے۔ بیرونی سنسار کی تمام دِرڑھ واسنائیں کافور ہو جائیں گی۔ اور امرت کا چشمہ ہمارے ہردے سے بہہ نکلے گا۔ اور ہم محسوس کرنے لگیں گے کہ دُکھ اور مصیبتوں کا پہاڑ دھواں بن کر کہیں اُڑ گیا ہے اور ہم شانتی کے اتھاہ سمندر میں غوطہ زن ہیں۔ جس شخص نے اُس آبِ حیات کے چشمہ سے ایک گھونٹ بھی پی لیا ہے اُس کی نظروں میں اندریوں کے سُکھ بالکل ہیچ ہو جاتے ہیں۔ اور سنسار کے پدارتھ ہیچ ہو جاتے ہیں۔ وہ سورگ یعنی بہشت کے ناپائیدار سُکھوں کو بھی یہاں تک کہ دیوتاؤں کے راجہ اِندر کی پدوی کو بھی حقیر خیال کرتا ہے۔ اس میں دُکھ سُکھ گرمی سردی بھوک اور پیاس کو برداشت کرنے کی طاقت خود بخود پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ دُنیاداروں کے ساتھ تعلق رکھتا ہُوا بھی بے تعلق رہتا ہے۔ اس کے اندر راگ دویش نام کو بھی نہیں رہتے۔ وہ عزت بےعزتی میں یکساں رہتا ہے۔ اُس کا ہردہ پرپھُلت ہو جاتا ہے۔ اور اس کا شریر کومل ہو جاتا ہے۔ وہ تینوں گُنوں (ست۔ رج۔ تم) سے نیارا ہو کر بھی ستوگن کو ہی اپنا آدھار بناتا ہے۔ وہ پریم کا مجسمہ ہوتا ہے۔ جیو جنتوؤں پر دیا اور کرونا اس کا سوبھاوک گُن ہو جاتا ہے۔ وہ سب کی بھلائی کے لئے کوشاں رہتا ہے۔ تمام قدرت خادمہ کی طرح اس کا حکم بجا لاتی ہے۔ وہ سرب شکتیمان ایشور کے ساتھ ایک رُوپ ہو کر سرب گُن سمپن اور تمام طاقتوں کا مالک ہو جاتا ہے۔ سنکلپ اُٹھانے سے ہی اس کے سب کارِ سِدّھ ہو جاتے ہیں۔ وہ شریر اندریوں۔ من بُدھی سے پرے اور سنکلپ وِکلپوں سے رہت ستّا ماتر چیتن آتما ہوتا ہے۔ وہ شریر سے کام لیتا ہُوا بھی شریر سے نیارا ہی رہتا ہے۔ وہ ایک غیر محدود عقل اور طاقت کا مالک ہوتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ وہ اور اس کا حقیقی باپ ایشور رُوح کے لحاظ سے ایک ہی ہیں۔ وہ اصل حقیقت (ایشور) کو بذاتِ خود (اپنا آپ) سمجھ لیتا ہے۔ اس کی اپنی ذات آتما اور لاانتہا رُوح (پرماتما یا برہم) میں کوئی بھید نہیں رہتا۔ اور وہ امر پد کو پراپت ہو جاتا ہے۔ آمین۔

گورکھ ناتھ نندہ

وہی شے خریدیے جس کی اشد ضرورت ہے۔ واجبی دام دیجیے قیمتوں کو بڑھنے سے روکیے

کوی سمراٹ شری رویندر ناتھ ٹیگور کے جذباتِ لطیف

ہے پربھو مجھے اپنے میں ملا لو

بنگالی سے ترجمہ

آنکھیں تمہیں دیکھ نہیں سکتیں مگر تم سب کی آنکھوں میں رہتے ہو۔ دل تمہیں نہیں پہچان سکتا مگر پھر بھی تم ہر ایک کے دل میں چھپے ہوئے ہو۔ میرا من طرح طرح کی خواہشات میں پھنسا ہوا دیوانوں کی مانند ہر طرف دوڑتا پھرتا ہے مگر تمہاری ہمیشہ دیکھتی رہنے والی آنکھیں دن رات جاگتی ہوئیں مجھے سوتے اور جاگتے کو دیکھتی رہتی ہیں ——— جسے سب نے ہی چھوڑ دیا ہے اور جس کا کوئی بھی نہیں۔ تم اُسے بھی نہیں چھوڑتے۔ اُسے تمہارا ہی بھروسہ رہتا ہے۔ کیونکہ تم ہی نر آشرے کے آشرے۔ بے پناہ کی پناہ ہو۔ جس کا گھر کہیں بھی نہیں تم ہی ایک اس کا گھر ہو۔ تمہارے سوا میرا اس دُنیا میں کوئی بھی ساتھی نہیں۔ مگر زندگی کا لامحدود سمندر سامنے پھیل رہا ہے۔ تمہارے سوا اس سمندر سے کون پار کر سکتا ہے۔ میں تمہارے سوا اور کسی کو بھی نہیں جانتا۔ صرف یہی سمجھتا ہوں کہ جب تک تم میرے ساتھ ہو تب تک سبھی میرے ہیں ——— تم ہی میرے پران ہو۔ اسی لئے میں زندہ ہوں۔ تمہارے دروازے سے میں جتنا بھی پاتا ہوں اُتنا ہی اور مانگتا ہوں بلکہ بہت سی نعمتیں تو تم بغیر مانگے ہی مجھے دے دیتے ہو۔ میں جتنا بھی جاننے کی کوشش کرتا ہوں اُتنا ہی مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ میں تمہیں کچھ بھی نہیں جانتا اور نہ کبھی جان ہی سکوں گا۔ لوک پرلوک اور یُگ یگانتر میں بھی تم اور میں ہمیشہ ہی ساتھ رہے ہیں پھر بھی ایک دوسرے سے اتنے الگ کیوں ہیں؟ ———

ہے پربھو! کیا میں تم سے کبھی نہیں مل سکوں گا؟ ——— میرے لئے اگر بیشمار روکاوٹیں موجود ہیں تو تمہارے لئے تو کوئی بھی روک ٹوک نہیں۔ اس لئے تم ہی کرپا کر کے مجھے اپنے میں ملا لو۔

'نارائن'

افتاب ادم

روحانیت کے نور کا ہے آفتاب ادم　　اپنی تجلیات میں ہے لاجواب ادم

کرتا ہے دنگ عاشقِ حیرت نگاہ کو　　جانِ جہاں کے رُخ سے اٹھا کر نقاب ادم

آسان جس سے ہو کے رہے اکتسابِ نور　　دیتا ہے چشمِ جلوہ طلب کو وہ تاب ادم

پاتے ہیں اپنے آپ کو تن سے جدا کچھ اور　　لاتا ہے اہلِ غور میں وہ انقلاب ادم

کس دلنشیں دلیل سے زورِ یقین کے ساتھ　　دنیائے ظاہری کو بتاتا ہے خواب ادم

روشن ہے جس میں علمِ حقیقت کی روشنی　　ہے طالبانِ حق کو وہ رحمت کا باب ادم

رازِ درون پردہ کا ہے جس میں انکشاف　　اہلِ نظر کے ہاتھ میں ہے وہ کتاب ادم

جن کے وجودِ پاک سے یہ حق سرشت ہے　　اُن عارفوں کی بزم ہے عالی جناب ادم

تصویر ہے منہ بولتی حسنِ قدیم کی　　اپنی لطافتوں سے خود اپنا جواب ادم

اے شوخ الکلام ہے روحِ روانِ ہند

اعلیٰ رموزِ معرفت کا انتخاب ادم

بھگت جس پرماتما کے پرتی ندھی سروپ یہ سب پرتیک کہے جاتے ہیں اُس ایشور کے سروپ میں ہی اُنتر آتما ہے۔ اور اس کی اُپاسنا کرنے لگتا ہے۔ اس اُپاسنا کو سگن برہم کی اُپاسنا یا سگن نراکار کا دھیان کہتے ہیں۔ اس ایشور کی بھلے ہی رام کرشن آدی پرتیک کی طرح کوئی آکرتی یا آکار نہیں تو بھی یہ سروپ گنوں کا بھنڈار ہونے سے "سگن" ضرور ہے اور اس کی اُپاسنا بھی سگن اُپاسنا ہی کہلاتی ہے۔ یہ استھتی پورب پرتیک اُپاسنا سے ولکھشن ہے کیونکہ اس اوستھا میں پہلے کی طرح بھید بھاؤنا نہیں ہوتی۔ تو پھر کیا ابھید اوستھا ہے؟ تو ہم کہتے ہیں کہ ابھی یہ بالکل ابھید اوستھا بھی نہیں تو پھر کیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مدھیہ کی "بھید ابھید" اوستھا ہے جسے "دویت ادویت" بھی کہہ سکتے ہیں۔ چنانچہ اسی اپاسنا کا اشارہ مسیحا صاحب نے دیا۔ کہ پرماتما ایک پیڑ کی مانند ہے اور ہم اسکی شاخوں کی طرح ہیں۔ تو اس مثال سے یہ صاف ظاہر ہے کہ برکھش کی شاکھائیں اگر سویم برکھش نہیں کہلاتیں تو بھی وہ (اگائے گھوڑے کی طرح) برکھش سے بھن بھی نہیں ہوتیں۔ یوں اُن کا برکھش سے بھید ابھید ہی کہنا چاہئے اور یہ بھید ابھید بھاؤ اگر بھید سے ولکھشن ہے تو ابھید سے بھی نیارا ہے۔

اسی اُپاسنا کا پرچے ہمیں گورو گرنتھ کے اندر بھی ملتا ہے۔ چنانچہ وہ شبد یہ ہے۔ اس پر بھی دھیان دیویں۔

"توں پیڑ ساکھہ تیری پھولی ؛ توں سوکھشم ہو یا استھولی
توں جل ندھ توں پھین بُدبُدا ؛ تدھ بن اور نہ بھالیئے جیو
توں سوت منیاں بھی توں ہیں ؛ توں گنٹھی میر سر توں ہیں
آدھ مدھیہ انت پربھ توہی ؛ اور نہ کوئی دکھلایئے جیو
توں نرگن سرگن سکھ داتا ؛ توں نربان رسیا رنگ راتا
اپنے کرتب آپے جانیں ؛ آپے تدھ سمالیے جیو
توں ٹھاکر سیوک پھن آپے ؛ توں گپت پرگٹ پربھ آپے
نانک داس سدا گن گاوے ؛ اک بھوری ندر نہالیے جیو"

اس شبد میں گورو جی نے "بھید ابھید" سگن اُپاسنا پر سنکیت کرتے ہوئے پیڑ شاکھا[1]، سمندر بُدبُدا[2] اور سوت منیاں[3] کے تین درشٹانت دیئے ہیں جن سے بھی یہ لکھشت ہے کہ شاکھا پیڑ سے بُدبُد سمندر سے اور منیاں سوت سے الگ نہیں۔ (یہاں منیاں سے مراد سوت کے ہی بنے ہوئے منکوں سے ہے جو عین سوت روپ ہی ہوتے ہیں) بلکہ سگن نراکار ایشور تتو کا سروپ درشاتے ہوئے گورو صاحب نے یہ بتلایا ہے کہ آد مدھیہ اور انت میں سوائے ایشور تتو کے اور وستو موجود نہیں۔ وہی نرگن ہے وہی سگن ہے۔ وہی گپت ہے وہی پرگٹ ہے۔ وہی ٹھاکر ہے اور پھر وہی آپ سیوک بھی بنا بیٹھا ہے۔ ایسے سگن تتو کا نروپن کر کے آخیر میں اس کی کرپا درشٹی کے لئے پرارتھنا بھی کی ہے۔ اور عرض کیا ہے کہ اے پرماتم دیو۔ مجھ نانک کی طرف بھی آپ ایک بار عنایت کی نظر سے دیکھیں۔ اور بس یہ سگن نراکار یعنی ایشور تتو کا ہی درشن ہے۔ جو ہمارے پرکرن میں دوسری اُپاسنا ہے جس کے اندر حضرت یسوع مسیح نے بتلایا کہ اے بھگون۔ آپ ایک پیڑ کی مانند ہیں اور ہم سب آپ کی شاکھائیں ہیں۔

اس پد پر سنکیت کرتے ہوئے کسی جیون مکت مہاپرش نے نہایت سنہری الفاظ میں یوں کہا ہے:-

"God is a living force.
Our life is of that force.

That life resides in, but is not the body
He who denies the escistence of that great Force, denies to himself the use of that in-exhaustible Power & thus remains impotent. He is like a rudderless ship which tossed about here and there & perishes without making any head way."

بس سنکشیپ سے یہی سگن برہم کی اُپاسنا کہی جاتی ہے۔ جسے مزید طلب ہو وہ ہمارے سابقہ مضمون بعنوان "سگن اور نرگن رام" میں اس کی تلاش کرے۔ یہ مضمون ماہ نومبر ۱۹۶۰ء میں اوم پیاروں کے لئے اسی رسالہ اوم میں پہلے دیا جا چکا ہے۔

III - اب اس کے بعد آخری ایشور اُپاسنا کہی جاتی ہے۔ جیسے حضرت یسُو مسیح نے I and my father are one. ان الفاظ میں بتلایا تھا۔ مگر جان لو کہ اُپاسناؤں کے اندر یہ نرگن نراکار کی اُپاسنا ہے۔ اور جملہ اُپاسناؤں سے اُوپر اور بڑھ چڑھ کر اس کا درجہ ہے۔ اگر اُپاسنا بدنہ بھی دے کر اسے "گیان" نام دیا جاوے تو بھی مضائقہ نہیں۔ کیونکہ اس کا خاص تعلق برہم ودیا سے ہے۔ اور اس کے اندر مکمل کشف پرماتما کے سروپ کا ہوتا ہے۔ اس حالت میں اُپاسک جب سمادھی کے اندر اُترتا ہے تو پرماتما کے ساتھ In tune یعنی عین ایک ہوتا ہے۔ اور یہ ہی اُپنشدوں کی درشٹی سے آتم ساکھشات کار کہلاتا ہے۔ مگر جان لو کہ یہ سب اُوپر بتلائی ہوئی "پرتیک اُپاسنا" اور "سگن برہم کی اُپاسنا" کا ہی پھل ہے جس کا شغل اس سادھک نے نہ جانے کتنی مدت کیا ہے اور آخر ایسی اُستھتی پائی ہے۔ اسے تمام سادھنوں کا ثمرہ ہی سمجھنا چاہئے۔ کمال درجے کی چت شُدھی جو اس سادھک نے ایشور اُپاسنا اور دُوسرے ویراگ آدی سادھنوں سے کئی جنموں میں سمپادن کی ہے۔ یہ آتم انُبھوتی یعنی God realization اسی کا نتیجہ ہے جس کی بدولت یہ کرتیہ کرت اور کرتارتھ ہُوا ہے "میں اور میرا پرماتما ہم ایک ہیں" یہ اس کا پیارا گیت ہے۔ جسے وہ یُوں گایِن کرتا ہے۔

Father I am one with Thee.
One through all eternity.
One for ever in the past
One as long as the time shall last
Thou in me and I in Thee
Life of endless unity
This my sweatest song shall be
Father I am one with Thee"

جیون کی سیڑھیاں

کوی لوکنا تھ دِل

{اِس کویتا میں جیون کی پانچ سیڑھیاں آپ کو ملیں گی۔ جنم۔ بال پن۔ جوانی۔ بڑھاپا اور مرتیو۔ جو ہری بھجن کے بِنا ادھوری ہیں۔}

دِل

(۱)

بیت گئے دِن بھجن بِنا رے

جیون ہے ایک پُشپ جو پرانہ کھلا ساج کمہلایا — موُرکھ من۔ کِشن بھنگر کو کِشن بھنگر سمجھ نہ پایا
پانچ شتروُوں کے سنکیت پہ سب کچھ بھینٹ چڑھایا — جیون کی اُجلی چادر پر سُنو داغ لگایا

رنج کرنی پر سِیر نہ دُھنا رے

بیت گئے دِن بھجن بِنا رے

(۲)

بال پنا جِننا تھا کھیل کوُد میں سبھی گنوایا — گھرُے کھلونے مِٹی کے گُڑیوں کا بیاہ رچایا
ناؤ چلائی کبھی کاغذ کی کبھی پتنگ چڑھایا — ساون میں جھوُلے جھوُلے پھاگن میں رنگ اُڑ

وے دِن ہو گئے اِک سپنا رے

بیت گئے دِن بھجن بِنا رے

(۳)

کلی چٹک کر پھوُل بن گئی پھوُل خوُب مُسکایا — مد ماتا متوارا جوبن انگ انگ پر چھایا
وِشئے وِکاروں نے اِس جگ میں پگ پگ پر بھرمایا — موہ ممتا کی ندیا میں غوطے پر غوطہ کھا

ترِشنا نے ایسا جال بُنا رے

بیت گئے دِن بھجن بِنا رے

(۴)

انگ شریر کے شِتھل ہو گئے جرجری ہو گئی کایا — وات پِت۔ کف کنٹھ پہ بیٹھے کھانس کھانس گھ
بال ہوئے چاندی کی تاریں مُکھ اُمبج مُرجھایا — جیون روی کی دھوُپ ڈھل گئی سمے سانج کا آ

تیر سے شریر کمان بنا رے

بیت گئے دِن بھجن بنا رے

(۵)

مرتیو کی دیوی نے کانوں میں سندیش سُنایا — پھر بھی جوُں نہ کان پہ رینگی پھر بھی نہ پچھتا
سوانسوں کا انمول خزانہ سب بے مول لُٹایا — ہیرے جیسا جیون اے دِل! کوئلہ سمجھ گنوا

جاگ لے۔ اب تو سوئے منا رے

بیت گئے دِن بھجن بِنا رے

آتم بودھ

گذشتہ سے پیوستہ

از مہاشہ شری چھاگ مل سائنی

سب لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ چاند سورج سے ہی روشن اور منور ہوتا ہے مگر جب وہ سورج کے روبرو آجاتا ہے تب گرہن کی حالت پیدا کر کے سورج کی روشنی کو ظاہر نہیں ہونے دیتا۔ ٹھیک اسی طرح جب انسان اپنے آتما یا اصلی سروپ کو بھول کر اپنے آپکو جسم مان لیتا ہے پھر وہ جملہ اقسام کے دکھوں کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔ یعنی خود فراموشی (آتم بسماد) کی وجہ سے جب اپنے آپ کو آتما کی بجائے جسم اندریاں اور من کا مجموعہ مان کر ان بیتروں کے ساتھ ایک میک ہو رہتا ہے اور انہیں صحیح طور پر چلانے کے ناقابل ہو کر خود ان کا بیتر ہو جاتا ہے۔ اور ان سے چلایا جاتا ہے۔ اور اسطرح اپنی کم سمجھی اور اگیان سے اپنے آپ تباہی بربادی اور ذلت کے عمیق گڑھے میں گراتا ہے۔ گویا رتھبان کو اپنے بس اور قابو میں رکھنے کی بجائے خود اس کے رحم پر ہو کر بربادی کی جانب جایا کرتا ہے۔ کٹھ اُپنشد میں ایسا ہی دکھایا ہے۔

تو سمجھ لے روح سوار ہے اور جسم رتھ ہے۔ بدھی رتھبان ہے من اس کے ہاتھ میں لگام ہے۔ اندریاں گھوڑے ہیں اور لذات نفسانی ان کی سڑکیں ہیں۔ گیانی کہتے ہیں جسم اندری اور من کو ساتھ لے کر آتما بھوگنے والا ہے ——— جو اگیانی ہے وہ لگام نہیں دیتا۔ اندریاں اس کے قبضہ میں نہیں آتیں اور رتھ کے گھوڑوں کی طرح مطلق العنان بن جاتی ہیں۔ لیکن جو شخص من پر قابو رکھتا ہے وہ رتھ کے اچھے گھوڑوں کی طرح اندریوں پر بھی اختیار رکھتا ہے ——— جو اگیانی ہے اور من پر اختیار نہیں رکھتا وہ ناپاک ہے۔ وہ منزل پر نہیں پہنچتا۔ اور پھر دنیا میں آتا ہے۔ لیکن جو گیانی ہے من کو اختیار میں رکھتا ہے منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ اور دنیا میں پھر نہیں آتا۔ جس کا کوچوان ہوشیار ہے جس کے من کی لگام خوب کسی ہوئی ہے۔ وہ سڑک کے آخر تک جو منزل مقصود اور وشنو کا اونچا استھان ہے حاصل کر لیتا ہے ——— بھوگ اور لذت کے سامان اندریوں سے اونچے ہیں۔ ان سامانوں سے من اونچا ہے بدھی من سے اونچی ہے اور بدھی سے اونچا آتما ہے۔ آتما سے پرماتما اونچا ہے اور یہی سب سے اونچی منزل ہے۔ (رشیو)

(نوٹ) جسم سے لے کر اندریہ من بدھی اور آتما بتدریج لطیف سے لطیف تر ہیں۔ اور لطافت کے ساتھ ساتھ طاقت اور چیتنا بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ اس لئے انسانی وجود کی درست اور صحیح پوزیشن اسی طرح پر ہے کہ بدھی پر آتما "من پر بدھی اندریوں پر من اور شریر پر اندریوں کی حکومت ہو۔

کٹھ اُپنشد کے ان منتروں کا بھاؤ ارتھ یہ ہے کہ جس طرح رتھ کے گھوڑے لگام کے تابع ہوتے ہیں اور لگام رتھبان کے ہاتھ میں کہ جدھر کو موڑے ادھر کو ہی گھوڑے لے چل نکلتے ہیں۔ اگر رتھبان لگام کو جس پر اس کو ہر قسم کا اختیار ہے قابو میں نہ رکھے یا خود رتھبان ہی نہ ہو تو خیال کر لیجئے کہ گھوڑے بے قابو

ہو کر کیا کیا آفتیں برپا کریں گے۔ رتھ کو جدھر چاہیں گے لئے لئے پھریں گے۔ اُچھلیں گے کودیں گے۔ اور کہیں غار و گڑھے میں گرا کر خود بخود تباہ ہو جائیں گے۔ اور رتھ کو بھی چکنا چور کر کے رتھبان اور رتھ کے مالک جو اس میں سوار ہے ہلاک کریں گے۔ ٹھیک اسی طرح اس خاکی جسم کے رتھ میں حواس خمسہ ظاہری (کرم اندریاں) و حواس خمسہ باطنی (گیان اندریاں) دس گھوڑے جتے ہوئے ہیں جو اس رتھ کو کھینچے کھینچے پھرتے ہیں۔

ان گھوڑوں کی لگام دل ہے۔ اور رتھبان عقل ہے۔ اگر عقل کا رتھبان عنان دل کو چھوڑ بیٹھے تو بس یہ پانچوں حواس ظاہری و باطنی اس جسم کے رتھ کو توڑ پھوڑ کر اس کے سارتھی اور رتھ کے مالک آتما رام کو معرض ہلاکت میں ڈال دیں گے۔ اور خود بھی ہلاک ہوں گے۔ اگر انسان عنان دل کو قابو میں کر کے اپنے آپ کو جملہ اقسام کی آفتوں سے محفوظ رہنا چاہتا ہے۔ تو اُسے لازم ہے کہ وہ عنان دل کو عقل کے رتھبان کے سپرد کر کے پھر دیکھے کیسے یہ قابو میں نہ آئے۔

چونکہ آتما بُدھی سے اُوپر ہے اس لئے عقل کا بگاڑنا یا سُدھارنا کلی طور پر اس کے احاطۂ اختیار میں ہے۔ یعنی رتھبان (بُدھی) خود مختار نہیں۔ وہ اپنے مالک آتما رام (سوار) کے تابع ہے۔ جب اگیان (خود فراموشی) کی وجہ سے یعنی اپنی حیثیت یا حقیقت یا پوزیشن کو بھول کر رتھبان (بُدھی) کو آزاد کر دے تو سستی اور لاپروائی سے سبکی بربادی اور تباہی کا باعث بنتا ہے۔ اس لئے انسان حقیقی (آتما) اپنی اصلی پوزیشن جان کر ہر وقت رتھبان (بدھی) کو اپنے کام پر مستعد کر سکتا ہے۔ اس کو راہ راست پر لا سکتا ہے۔

اگر انسان اپنی پوزیشن ــــــ "میں آتما ہوں اور من بُدھی وغیرہ میرے خادم ہیں" کو بخوبی جان پہچان جائے۔ تو مجال نہیں کہ اس کی منظوری کے بغیر کچھ بھی کر سکیں۔ ہاں جب انسان اپنی اصلی پوزیشن (آتما) کو بھول جاتا ہے۔ تب یہ سارے کے سارے بے قابو ہو جاتے ہیں۔ اور تکالیف اور بدیوں کے گڑھے میں گراتے ہیں۔ جب انسان کسی طرح اپنی پوزیشن کو جان جاتا ہے۔ اپنی شان و شوکت کو جان جاتا ہے۔ تو پھر وہ اپنی مقبوضہ اشیاء (من بُدھی اندریہ وغیرہ) کے پیچھے نہیں دوڑتا۔ اور دائم اسنگ رہ کر ان کو بھوگتا ہے۔ جس طرح سورج زمین سے اوپر رہ کر اس میں بیشمار تبدیلیاں کرتا ہوا خود اُن سے بالکل بے اثر رہتا ہے۔ اسی طرح انسان حقیقی (آتما) بھی اپنے نیتروں (کرم اندریاں۔ گیان اندریہ من بُدھی وغیرہ) سے اُوپر رہ کر ان کو استعمال کرتا اور ان میں انیک تبدیلیاں کرتا دائم نردکار اور اسنگ رہتا ہے۔

جو انسان اپنی اصل پوزیشن (آتما) کو نہیں جانتا۔ وہ من اور اندریوں وغیرہ سے چلایا جاتا ہے۔ اور بُری طرح بھولتا ہے اور مارا جاتا ہے "یہ میرے پاس نہ کہ میں ان کے لئے ہوں۔ ان کو قابو رکھنا اور کنٹرول میں رکھنا میرا ورثہ ہے" جو شخص بار بار اس طرح سوچتا اور کہتا رہے گا۔ وہ ایک نہ ایک دن ضرور کامیاب ہوگا۔ اس رچنا کی سکیم میں کہیں بھی ایسی لغزش یا کمزوری نہیں ہے کہ اس کو کامیابی نہ ہو۔ بقول ایک مہاتما جب تم نے بحیثیت آتما اپنی اندریوں۔ من بُدھی وغیرہ پر غالب آنے کا راز سیکھ لیا۔ اور جب چاہا ان کو دھر کر دبا دیا۔ تو تم کو جملہ اقسام کے دُکھوں سے نجات حاصل ہو جائے گی۔ اگر تم بیمار ہو تو صحت ملے گی۔ اگر کمزور ہو تو طاقت نصیب ہوگی۔ اگر عزت نہیں ہے تو عزت اور شان والے بن جاؤ گے۔ اگر تم غریب اور نادار ہو تو دولتمند ہو جاؤ گے۔ ہر وقت اپنے آپ کو آتما سمجھو اور اس کی حقیقی

ہوئی طاقتوں کا دھیان اور تصور کرو۔ تم "آتما" ہو تم میں الوہیت کے اوصاف موجود ہیں۔ تم میں شان اور شکتی ہے۔ کبھی ڈر، خوف، موت، فکر کے خیال کو اپنے اوپر غالب نہ آنے دو۔ آتما موت و فکر، ڈر خوف سے آزاد ہے۔ اگر ایک دفعہ یہ خیال دل میں آجائے کہ آتما سب کچھ کر سکتا ہے۔ تو ابھی دکھوں کا ستیاناس ہو جائے۔ اس لئے دائم اپنی ذات آتما کا تصور کرو۔ اس پر یقین و شواس رکھو۔ اور بزدل نہ ہو یعنی اپنی رفتار، گفتار سے، اپنے قول و فعل سے، اپنے طور و اطوار سے یہ ثابت کر دکھاؤ کہ ہم سچ مچ آتما ہیں۔ جو دائمی اور لازوال ہے۔ جو دکھ اور مصیبت سے بالاتر ہے۔ اس لئے اپنی اور دنیا کی بھلائی کے خیال سے اپنی آتم ستا کا خیال کرو۔ تم اصلیت اور حقیقت کے پہلو سے جرأت ہو شانتی ہو۔ شک و شبہ کی دیواروں کو پاش پاش کر دو۔ جب اور جہاں یہ منہدم ہوئیں تم اپنے اصلی جلال کے ساتھ نمایاں ہو جاؤ گے۔ اور تم جس طاقت جس عظمت جس جاہ و جلال اور جس تقدیس کی بندگی کا دم بھرتے ہو وہ تم میں نمایاں ہو جائے گی۔

اے انسان! تیری ذات آتما کے بھروسے دلبر ہو کر صبا کو اٹکھیلیاں سوجھتی ہیں۔ تیری ذات آتما کے بھئے سے ہوا چلتی ہے۔ تیری ذات آتما سے دہشت زدہ ہو کر آفتاب چمکتا ہے۔ تیری ذات آتما کے خوف کے مارے اگنی اندر تنگ و تاز میں رہتے ہیں۔ تیری ذات آتما سے ہراساں ہو کر موت کا فرشتہ مارا مارا گھومتا ہے۔ لیکن تو خود فراموشی کی وجہ سے پیچ در پیچ تصورات ——— فلاں شخص کا لڑکا۔ فلاں نام و فلاں قوم فلاں سکونت، یہ عمر فلاں دفتر میں ملازم، فلاں تنخواہ، وغیرہ وغیرہ میں مبتلا ہے۔ نہ تیرا کوئی خاص عزم یا مقصد زندگی ہے۔ جدھر کی ہوا آئی ادھر اڑ گئے۔ چاروں طرف لذیذ میووں کے بیچ میں رہ کر بھی بھوکے رہے تو افسوس صد افسوس ہے۔ شرتی بھگوتی تیرے سرہانے بیٹھ کر تجھ کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کے لئے مہنتی مجسم سوامی رام تیرتھ کے ذریعے پیغام آزادی دیتی ہے۔ پر ہائے! تیرے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ لفظ "میں" کا مفہوم اصلی عام لوگوں کی سمجھ میں جھٹ پٹ نہیں آتا۔ بار بار اس لفظ "میں" کے شول میں گڑ بڑا کر جاتے ہیں۔ "میں" کا ادھ جوتی اور پگڑی کے درمیان واقع نہیں ہے۔ "میں" کی وسعت ساڑھے تین ہاتھ نہیں۔ "میں" کا حدود اربعہ لاانتہا ہے۔ جیسے سوپن میں "میں" کے اندر ادھر ایک بندہ فقیر یا امیر بن جاتا ہے۔ (ویشٹی) ادھر ملک و صحرا کوہ و دریا موجود ہو جاتا ہے (سمشٹی) ویسے جاگرت میں اس ایک "میں" کے اندر (Subject) ایک شخص میں (Individual) ظاہر ہو آتا ہے۔ ادھر تمام دنیا نمودار ہو آتی ہے۔

(Subject) ایک فرد بشر (Form of thought) ادھر کال وستو (object) کے اندر (دماغ) میں اُگ پڑتے ہیں۔ اُدھر دنیا بھر میں وجود ہو آتے ہیں۔ خواب میں اگر آپ شیر سے مغلوب ہو جاتے ہیں تو کیا شیر آپ کا خیال و خواب نہ تھا؟ ادھر مغلوب جسم آپ کا خیال تھا ادھر غالب شیر آپ کا خواب تھا۔ حقیقتاً آپ نے اپنے آپ میں سب کو تنگ مفروض ہے۔ جاگو اپنے آپ میں تم ہی سرو شکتیمان ہو۔ شدھ چیتن خالص مکیں امکاں ہو" ——— وہ لوگ نادان ہیں جو اپنی محیط کل ذات کو بھول کر جسمانیت میں غرق ہیں یعنی ساڑھے تین ہاتھ کے ٹاپو میں قید ہیں۔ چونکہ یہ فعل قدرت کے خلاف ہے۔ بدیں وجہ وہ قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتے اور مصیبتیں جھیلتے ہیں۔ پست ہمتی کو ترک کر کے اولوالعزمی کے ساتھ قلب میں بناگزیں ہو اور امرت روپ بن جاو دائمی زندگی و سرور میں نواس کرنا۔ مانا کہ یہ کام ذرا مشکل ہے لیکن یاد رکھو کہ اس کے بغیر چین بھی کہیں ملے گا نہیں۔ یہ دوا گراں ہی سہی مگر بے بدل ہے۔ اگیان روپی مرض مہلک کا اس کے بغیر اور کوئی علاج بھی نہیں ہے۔ (باقی پھر)

منظوم افسانے

کرشن رہبر بی۔ اے

آنے والا بشر اکیلا تھا — جانے والا بھی وہ اکیلا ہے
کیوں پھر اس کی حیات میں رہبر — (۱) — آرزوؤں کا یہ جھمیلا ہے

آدمیت کا نور ہو رہبر سو — (۲) — زندگانی کا ڈھنگ بدل جائے
جوش علم و عمل کے سانچے میں — آدمی کا شعور ڈھل جائے

کیوں بشر کو گریز ہے غم سے — (۳) — غم خوشی کا شنگار ہوتے ہیں
خوبصورت وہ پھول ہیں رہبر — جن کے پہلو میں خار ہوتے ہیں

حسن سیرت قرار کی شے ہے — (۴) — بس یہی اعتبار کی شے ہے
اچھی صورت پہ بھولنے والو — اچھی سیرت ہی پیار کی شے ہے

عزم جب بھی ذہن میں پلتا ہے — (۵) — جب بھی کروٹ نئی بدلتا ہے
ختم ہوتی ہے تیرگی رہبر — جب بھی دل کا چراغ جلتا ہے

سادہ جیون

از شری گنیش دت جی آریہ سیوک دہلی

ہمارے بزرگوں کا آدرش تھا سادہ جیون اور اُچیہ وچار۔ تعلیم تو اعلےٰ سے اعلےٰ ہو مگر زندگی کا رہن سہن بالکل سادہ۔ فیشن سے ابھیمان بڑھتا ہے۔ دوسروں سے نفرت ہوتی ہے۔ فیشن کرنے کیلئے زیادہ روپیہ کمانا پڑتا ہے۔ زندگی بے چین رہتی ہے — مگر سادگی میں لطف ہے۔ نمرتا سے دوسروں میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ ضروریات کم ہونے سے حق حلال کی روزی میں اکتفا کرنا پڑتا ہے۔ بے چینی نہیں آتی۔ بھارت واسی رشیوں نے یہی نمونہ رکھا۔ سادہ پوشاک میں وقت گذارا۔ مگر آتما کے کلیان میں مصروف رہے۔ مہاتما گاندھی نے کھدر کا پرچار کرکے دیش کو وہی پراچین راستہ دکھلایا تھا۔ مگر دیش نے کسی کی نہیں سُنی۔ نئی تہذیب مغربی تہذیب کی نقل میں نوجوان طبقہ دوڑا۔ بے تحاشا دوڑا۔ غلام بن کر رہ گیا۔ عام جنتا سے پرے ہو گیا۔ دیش نے یہ کڑوا پھل چکھا — اب استری جاتی اسی برے اور خطرناک راستے پر گامزن ہے۔ تیزی سے گامزن ہے۔ روز روز کے نت نئے فیشن اسے اچھے لگتے ہیں۔ چمک دمک اسے بھاتی ہے۔ اگرچہ سُندر بننے کا جذبہ استری جاتی میں سوبھاوک ہے مگر اسکی حد مقرر تھی۔ اسکی خوبصورتی اپنے مرد تک محدود تھی۔ اپنے سوندریہ سے اپنے پتی دیو کو پرسنّ کرتی۔ اب وہ جذبہ بے لگام سا ہو رہا ہے۔ سوندریہ گھر کی چیز نہ رہ کر بازار کی چیز ہو چکا ہے۔ بن سنور کر بازاروں میں نکلنا فیشن ہو گیا ہے۔ گھر کے کام کاج سے نفرت ہو رہی ہے۔ فیشن میں ڈوبی جا رہی ہیں۔ اس کے نہایت کڑوے پھل نکل رہے ہیں۔ وِشو سُندری — مس انڈیا بننے کا مرض اسی کا حصہ ہے — میرے بھارت دیش سنبھل سنبھل۔ اس خار دار رستے سے بچ — ورنہ پچھتائے گا۔*

* اے رشی سنتان! تو اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چل۔ اسی میں تیرا بھلا ہے اور سنسار کا کلیان ہے۔ سادا جیون اُچیہ وچار۔

بیسویں صدی کا مہا کرم یوگی

اک طرف ہے جان اور ہے حق پرستی اک طرف
امتحاں اے ہمّت مردانہ تیرا آج ہے

سوامی دیانند سرسوتی

(از قلم پنڈت امرناتھ جی)

ابتدائی حالات

سوامی دیانند سرسوتی کا نام آج تمام دُنیا پر روشن ہے۔ ہر مذہب و ملّت کے آدمی انہیں عزّت اور تعظیم کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔ سوامی جی کی اس نیک نامی اور لازوال شہرت کا راز اگر کسی شے میں مضمر ہے تو وہ ان کی نشکام کرم کوشلتا ہی ہے۔ ان کی تعلیم بعض خیالات و عقائد سے کسی کو خواہ کتنا ہی اختلاف کیوں نہ ہو مگر اس بات سے کوئی شخص بھی انکار نہیں کر سکتا کہ انہوں نے اپنی عمیق حیات میں جو بھی کام کیا۔ وہ ذاتی اغراض، مطلب سنی اور نجی بہبود و سُود سے بالاتر ہو کر بنی نوع انسان کی بہتری و فوائد کو مدِ نظر رکھکر ہی کیا تھا۔ انہوں نے مصلحت وقت کو پیشِ نظر رکھکر جو بھی قدم اٹھایا وہ صرف بھارت ورش کی عظمت کو برقرار رکھنے۔ منش سماج میں بہترین سُدھار پیدا کرنے اور تہذیب تمدن کی حسب حال چھان بین کرنے کی نیّت سے اٹھایا۔ زمانے کی بڑھتی ہوئی رَو کو دیکھکر جس چیز کو انہوں نے انسانی اخلاق تہذیب، رواداری، دینیات اور رُوحانیت کے لئے سراسر منافی خیال کیا۔ اس کی زور دار مذمت کی اور جس چیز کو انہوں نے اس وقت کے لئے اخلاقی مذہبی دینی اور اصلاحی نقطۂ نگاہ سے منش سماج اور پیارے وطن کے حق میں آبِ حیات خیال کیا۔ اس کا خوب پرچار کیا۔ اور اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ اس کے فروغ پر ہی صرف کیا۔ مصیبتیں سہیں سختیاں اُٹھائیں غم کھائے مگر مردانہ وار بغیر کسی لغزش کے اپنی منزل پر سرگرم سفر رہے۔ ان کی زندگی کے لمحات پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالنے سے ہمیں یہ کہنے میں تامل محسوس نہیں ہوتا کہ وہ اپنے زمانے کے ایک قابل قدر کرم یوگی تھے۔ ان کی زندگی کا ایک ایک واقعہ اپنے اندر کمال جوش۔ زندگی، حق شناسی استقلال۔ ایثار و قربانی کی قابل تقلید مثالیں اور آدرش رکھتا ہے۔

سوامی دیانند کا جنم گجرات کاٹھیاواڑ کی ایک چھوٹی سی ریاست موروی میں ۱۸۲۴ء میں ہوا۔ ان کے پتا کا نام پنڈت امباشنکر تھا۔ اور ان کا نام رکھا گیا مول شنکر۔ جیسا کہ براہمن گھرانوں میں اس وقت رواج تھا۔ مول شنکر کی ابتدائی تعلیم پانچ چھ برس تک گھر پر ہی جاری رہی۔ آٹھ برس کی عمر میں ان کا یگیوپویت سنسکار ہوا۔ اور انہیں سندھیا گائیتری سکھلائی گئی۔ ان کا باپ پنڈت امباشنکر جو کہ ایک ممتاز سرکاری اسامی پر فائز تھے۔ خیالات سے شومت کے پیروکار تھے۔ ان کا گذارہ لوگوں کے دان پر نہ تھا تاہم ان کی بڑی خواہش تھی کہ ان کے لڑکے کے خیالات کی تربیت پراچین گہوارہ تہذیب میں ہی ہو اور وہ شیومت کا اچھا پیرو ثابت ہو چنانچہ پنڈت امباشنکر انہیں شیو پوجا۔ استتی اور ارچنا کی گاہے بگاہے تعلیم دیتے رہتے تھے۔

پانچ چھ سال اسی طرح گذر گئے۔ نہ تو پنڈت امباشنکر کو اور نہ ہی ان کے دوست داقف کاروں میں سے ہی کسی کو محسوس ہوا کہ لڑکے مول شنکر کے اندر ایک خاص رُوح کام کر رہی ہے یا ان کے ضمیر میں کسی مہان آتما کا وکاس ہو رہا ہے۔ جب مول شنکر ۱۲ برس کا ہوا تو اسے یجروید مول اندر سکھا دیا اور دیگر کئی چند کتابوں پر بھی خوب عبور حاصل کر لیا۔ اسی سال جب شوراتری کا تہوار آیا۔ تو باپ نے بیٹے

رکھنے اور رات بھر شیو مندر میں بیٹھ کر پوجا کرنے کی ہدایت کی۔ اس سے پہلے انہیں چھوٹی عمر میں برت یعنی دن بھر کی فاقہ کشی کے قابل نہ سمجھ کر شیوجی کا برت رکھنے کی تلقین نہیں کی گئی تھی۔ مگر اب چونکہ وہ اس قابل سمجھے گئے تھے۔ اس لئے ان کے پتا امباشنکر نے شیوجی کا برت رکھنے کی تاکید کر دی تھی۔

رات کا وقت تھا مول شنکر شیوجی کی مورتی کے سامنے بڑی شردھا کے ساتھ بیٹھے ہوئے برت کا پالن کر رہے تھے۔ ان کا دل و دماغ اور خیالات جو اوائل عمر میں غیر معمولی عروج ترقی کی منازل طے کر چکے تھے۔ متھا مورتی مان شو بھگوان سے اٹھ کر نراکار جگت پتا شو کی اُپاسنا۔ قرب اور وصال حاصل کرنے کے لئے بلند پروازیاں کرنے لگے۔ اس شیوراتری کو انہوں نے خیالات کی دنیا میں ایک عظیم انقلاب کی بنیاد رکھی۔ انہیں اس رات کے جاگنے سے وہ ورد وہ طاقت وہ عزم اور استقلال نصیب ہوا جس کے لئے مہاپرش ترستے ہیں۔ ملک سماج کی گری ہوئی حالت کو سنبھالنے اور بہتر بنانے چھپی ہوئی حقیقت کو دنیا کے سامنے لانے مردہ ہڈیوں میں جان ڈالنے، بیکسوں کی رکھشا، یتیموں کے مداوا اور سست پرستش کرنے کے کام کی نشکام کرم بھاونا کا ولولہ اسی رات مول شنکر کے دل کو ودیعت ہوا تھا۔ اسی لمحہ سے مول شنکر کے دل میں گھریلو زندگی کے تنگ دائرہ سے نکل کر محیط کل بھگوان شو کی وشو ویاپی جھلک کا نظارہ کرنے کا گیان پیدا ہوا۔ اور تلاش حق میں انہوں نے اپنی تمام عمر صرف کر دی۔ دو سال تک یہ خیال ان کے دل میں پختگی اور گوناگوں تقویت حاصل کرتا رہا۔ جب ان کی ایک چھوٹی بہن جسے وہ بہت پیار کرتے تھے اس جہان فانی سے رحلت فرما گئیں تو ان کو بہت صدمہ پہنچا۔ مگر دیگر رشتہ داروں کی مانند رونے دھونے کی بجائے انہوں نے یہ سوچنا شروع کیا کہ موت کیا ہے؟ اور اس سے کیونکر نجات حاصل کی جا سکتی ہے؟ یہ سوال صدیوں کے بعد پھر اپنے پورے زور سے ایک ہندوستانی بچے مول شنکر کے دل میں پیدا ہوا۔

سچے شو کی تلاش اور اولوالعزمی کا بے نظیر مرقع

تین سال اور گذرے اور مول شنکر کا ایک قابل احترام چچا بھی اس دنیا سے چل بسا چھوٹی بہن کی موت کا زخم ابھی تازہ تھا کہ ایک اور چرکہ ان کے دل کو نصیب ہوا۔ مگر اس سے عام لوگوں کی طرح ان کے دل پر پژمردگی اور شکستگی کے اثرات طاری نہیں ہوئے بلکہ ایک حقیقت، ایک ابدی سچائی کے جذبۂ تحقیق کے سمند کو اور بھی تازیانہ لگا۔ بھگوان شو کا سچا سروپ کیا ہے؟ اس کے گیان کی کیسے پراپتی ہو؟ موت کیا ہے اور اس سے کیسے نجات حاصل ہو؟ وغیرہ۔ یہ تمام سوالات مذکورہ حوادث مرگ سے ان کی زندگی کا اہم جزو بن گئے نتیجہ یہ ہوا کہ مول شنکر کا دل دنیا کے محدود اور نیچی دھندوں سے اچاٹ ہو گیا۔ باپ نے یہ حال دیکھا تو انہیں بیاہ کی بیڑیوں میں جکڑنا چاہا۔ سوچا کہ اسطرح لڑکے کی حالت خود ہی سدھر جائے گی۔ مگر نتیجہ اس کے برعکس نکلا۔ شادی کا دن سر پر آیا۔ لیکن مول جی کا کہیں پتہ ہی نہ تھا۔ اس وقت ان کی عمر ۲۱ سال کی تھی۔ وہ بیاہ کے ڈر سے گھر سے بھاگے اور چھپتے چھپتے سدھ پور کے میلہ میں جا پہنچے۔ اس وقت مول شنکر باقاعدہ برہمچاری بن گئے۔ برہمچاریوں کا لباس زیب تن کر لیا۔ اور ڈنڈ کمنڈل ہاتھوں میں لے لئے۔ ان کے رشتہ دار کرشن جی کو بھی کسی طرح پتہ لگ گیا۔ اور وہ چند سپاہیوں کی جمعیت لے کر سدھ پور جا پہنچے۔ مول شنکر کا کمنڈل توڑ ڈالا، کپڑے دھجی دھجی کر ڈالے۔ اور کڑا پہرہ لگا دیا۔ مگر جونہی ذرا آنکھ بچی وہ پھر بھاگ نکلے۔ کہاں؟ ...

وسیع کرم کشیتر میں اپنے پرشارتھ کی جولانیاں دکھانے کے لئے۔ مول جی آج ماں باپ اور بھائی بندوں کے پیار و محبت کی زندان توڑ کر، موروثی زمین و جائیداد اور باپ کے مال و متاع کو ٹھکرا کر ذاتی آرام و عیش کی زندگی کو بالائے طاق رکھکر سچے شو کو پانے اور موت سے چھٹکارا حاصل کرنے کا طریقہ معلوم کرنے کے لئے بسیط میدانِ عمل میں کود پڑے۔ سکارزار ہستی میں ایک بلند مقصد لے کر جیون اُدیش کا اُونچا آدرش اپنا کر وہ مردانہ وار اُتر پڑے۔

گیان کی راہ تلوار کی تیز دھار ہے۔ اس پر چلنا کھیل تماشا نہیں۔ تلاشِ حق جانبازی کا کام ہے۔ بازیچۂ اطفال نہیں۔ پریارتھ کا سودا سرفروشی کا دوسرا نام ہے۔ مصری کی ڈلی نہیں مگر مول شنکر کو اس کی مطلق پرواہ نہ تھی۔ کہیں سادھوؤں نے ٹھگا۔ کہیں چوروں نے لوٹا۔ کہیں دن کہیں رات۔ جی میں یہ بھی اندیشہ تھا کہ پھر دنیاوی محدود دھندوں میں مقید ہونے کے لئے پکڑا نہ جاؤں۔ خیر جا نو کنالی میں انہیں جوالانندی پوری اور شوانند گری دو سادھو ملے۔ انہوں نے ان کو یوگ کے سارے عمل سکھا دیئے۔ اس وقت انہوں نے سنیاس دھارن کر لیا۔ اور انہیں سوامی دیانند سرسوتی کا نام دیا گیا۔ یہاں سنیاس دھارن کر لینے کا مطلب یہ نہ سمجھ لیا جائے۔ کہ سوامی دیانند کرم کشیتر سے بالکل الگ تھلگ ہو گئے۔ بلکہ سنیاس کا صحیح مفہوم و مطلب یہ ہے کہ انسان دنیا میں کوئی بھی کام ذاتی غرض نجی فائدہ یا کسی قسم کے پھل کی اچھا رکھکر نہ کرے جس طرح ہم دن رات کام میں اتنے مصروف رہتے ہیں کہ دم نہیں مار سکتے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ہمارے تمام کام ذاتی فائدہ اغراض اور نتیجہ کے تنگ دائرہ میں ہی محدود رہتے ہیں۔ ان میں وشو بھاؤنا کا ذرا بھی عنصر نہیں ہوتا۔ ایسے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ سچا کرم یوگی وہی ہو سکتا ہے جو ان محدود دائروں سے نکل کر یعنی ذاتی اغراض سود و بہبود سے بے لوث ہو کر یا سنیاس لے کر نشکام کرم کشیتر میں وشو بھاؤنا کے ساتھ یعنی اپنے ہر فعل کو ایشور ارپن کرتے سرگرم کار رہتا ہے۔ سوامی دیانند کا سنیاس بھی صحیح معنوں میں ہی سنیاس تھا۔ جیسا کہ واقعات اس امر کی شہادت دیتے ہیں۔

سنیاس لے کر سوامی جی آبو۔ ادرلی۔ گڑھوال وغیرہ کے دشوار گذار پہاڑوں میں کسی مرشد کامل کی تلاش میں گھومنے لگے۔ اس دوران میں انہیں بیشمار مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ ہزارہا میل پا پیادہ سفر کی صعوبتیں اٹھائیں پاؤں چھالوں سے چھلنی ہو گئے۔ ننگا جسم کانٹوں سے لہولہان ہو گیا۔ گڑھوال کے الکھ نندا ندی میں ایک بار وہ برف اور سردی کی شدت سے بیہوش ہو کر گر پڑے۔ پہاڑی لوگوں نے ان کی جان بچائی۔ چٹیل میدانوں میں سوئے ہیبتناک جنگلوں میں درختوں کی شاخوں پر راتیں گذاریں۔ جنگلی پھل اور جڑیں کھا کر پیٹ کی آگ بجھائی۔ مگر..... مگر اس قسم کے ہزارہا مصائب برداشت کرنے کے باوجود بھی مرشد کامل نہ ملا۔ لیکن مرحبا صد مرحبا ان کے جذبۂ استقلال کے۔ کیا مجال کہ دل پر ذرا بھی شاق گذرا ہو۔ جی چھوٹا ہو یا ماتھے پر شکن پڑا ہو۔ وہ بدستور خندہ پیشانی کے ساتھ ہر مصیبت کا استقبال کرتے رہے۔ سچے شو کی تلاش کی دھن اور موت سے نجات حاصل کرنے کا ولولہ دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرتا چلا جا رہا تھا۔

مرشدِ کامل کا ملنا اور گورو بھگتی کی دو مثالیں

سوامی دیانند نے اپنی زندگی کی چھتیسویں منزل میں قدم رکھا تھا۔ جب انہیں پتہ چلا کہ متھرا میں سوامی ورجانند نامی ایک نابینا مہاتما رہتے ہیں۔ جو سنسکرت ویاکرن کے بے بدل پنڈت اور ویدوں کے فاضل اجل ہیں۔ وہ سوامی ورجانند کے چرنوں میں آ گئے۔ اور اپنی تشنگی علم کا اظہار کیا۔ گورو نے بڑی عنایت کی:

اور انہیں فیض علم سے مستفید ہونے کا پورا موقع دیا۔ وہاں پہلی ہی نذر جو سوامی دیانند کو گذار نی پڑی۔ وہ یہ تھی کہ گورو نے حکم دیا کہ جو کتابیں تمہارے پاس موجود ہیں انہیں جمنا کی لہروں میں دفن کر دو۔ ہر چند کہ اس زمانے میں پریسوں کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے دستی لکھی ہوئی کتابوں کا حاصل کرنا بڑا مشکل تھا۔ تاہم ایسی تمام بڑی بڑی قیمتی اور مشکل سے حاصل کردہ کتابیں جو سوامی دیانند کے پاس تھیں حسب الحکم گورو دیو جمنا میں بہا دیں۔ یہ تھا ان کا گورو پر عقیدہ۔ اس کے علاوہ اور بھی تحصیل علم میں ان دنوں بہت سی تکالیف کا سامنا ہوتا تھا جن کا سوامی دیانند نے بڑے استقلال سے مقابلہ کیا۔ آپ کی گورو بھگتی کے دو واقعات بڑے مشہور ہیں۔

گرمی ہو یا جاڑا ہو یا برسات۔ سوامی ورجانند کے اشنان کے لئے وہ بلا ناغہ جمنا سے پانی لایا کرتے تھے۔ اس سلسلے میں سوامی دیانند کو ہر روز علی الصبح دس بارہ گھڑے پانی کے مہیا کرنے پڑتے تھے۔ اس کے بعد وہ کٹیا میں جھاڑو دیتے۔ اور گورو جی کی خوب سیوا کرتے تھے۔ ایک روز سوامی دیانند جھاڑو تو دے چکے تھے مگر کوڑے کا ڈھیر ابھی باہر پھینکنا باقی تھا۔ گورو جی ادھر اُدھر ٹہل رہے تھے۔ تھے تو نابینا ہی۔ اس لئے اتفاق سے ان کا پاؤں کوڑے کے اس ڈھیر میں جا پڑا۔ بس پھر کیا تھا۔ گورو دیو کے غصہ کی انتہا نہ رہی۔ اور ڈنڈا لے کر سوامی دیانند پر بے تحاشا برسانا شروع کر دیا۔ جب وہ تھک کر بیٹھ گئے۔ تو سوامی دیانند اُٹھ کر ان کے ہاتھوں کو دبانے لگے۔ اور مؤدبانہ لہجہ میں کہا "گورو دیو! میرا جسم بڑا سخت ہے۔ اس پر ڈنڈے مارنے سے آپ کے ہاتھ دُکھتے ہوں گے" کہا جاتا ہے کہ ان ڈنڈوں کے نشان سوامی دیانند کے جسم پر تا عمر موجود رہے۔

دوسرا واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ گورو ورجانند جی جو سبق ایک بار سوامی دیانند کو پڑھا دیتے تھے وہ دوبارہ نہیں بتاتے تھے۔ ایک روز اتفاق ایسا ہوا کہ سوامی دیانند کو پچھلا سبق یاد نہ رہا۔ وہ گورو جی سے دوبارہ پوچھنے گئے۔ مگر انہوں نے دوبارہ بتانے سے انکار کرتے ہوئے کہا "تم نے کل سبق غور سے نہیں پڑھا۔ میں دوبارہ نہیں بتاؤں گا۔ اگر سارا سبق یاد نہ ہو تو جمنا میں چاہے ڈوب مرو مگر میرے پاس مت آنا" سوامی دیانند واپس ہو کر جمنا کے کنارے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر دماغ پر زور دینے لگے تاکہ بھولا ہوا سبق یاد آ جائے۔ مگر بے سود۔ کوشش بار ور نہ ہوتے دیکھ کر سوامی دیانند نے جمنا میں غرق ہونے کا سچ مچ ارادہ کر لیا۔ اور وہ اس خیال میں اس قدر محو ہوئے کہ دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہی۔ انہیں ایسے معلوم ہوا کہ ان کی آنکھیں ذرا جھپک گئی ہیں۔ اس حالت میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کھڑا انہیں بھولا ہوا سبق سُنا رہا ہے۔ وہ فرط مسرت سے اُچھل پڑے اور گورو کے پاس آ کر سارا ماجرا سُنایا۔ گورو جی بہت محظوظ ہوئے اور دعائیں دینے لگے۔

تقریباً اڑھائی برس تک سوامی دیانند گورو ورجانند کی خدمت میں رہے۔ اب رخصت کے وقت حسب دستور گورو دکھشنا ادا کرنا بھی لازمی تھا۔ مگر سوامی دیانند کے پاس رکھا ہی کیا تھا لہٰذا گورو جی سے کہنے لگے "مہاراج۔ میرے پاس تو کچھ ہے ہی نہیں جو آپ کی سیوا کر سکوں" سوامی ورجانند نے کہا "بیٹا۔ میں تم سے وہی کچھ مانگتا ہوں جو تمہارے پاس ہے۔ جاؤ۔ اپنا پڑھا لکھا سپھل کرو۔ ویدوں کی تعلیم ملک میں پھیلاؤ۔ ست شاستروں کا پرچار کرو۔ اگیان کو دور کرو۔ غریبوں کی سیوا۔ دکھیوں کی رہنمائی کرو۔ اور بس ... اور تمہاری گورو دکھشنا ہے"

سوامی دیانند کی خوش قسمتی تھی کہ جو کام پرماتما نے انہیں چودہ برس کی عمر میں شوراتری کی مبارک رات کو سونپا تھا اور جس کے قابل ہونے کے لئے وہ کوشاں رہے تھے وہی کام اب ۳۹ برس کی عمر میں آخری گرو ورجانند کی طرف سے انہیں سونپا گیا۔

سوامی جی کا دھرم پرچار

سوامی ورجانند سے رخصت ہو کر سوامی دیانند اب پورے زور شور سے میدان عمل میں کود پڑے۔ گاؤں گاؤں میں اور شہر بہ شہر ویدوں کا پرچار شروع کر دیا۔ دکھیوں کے مداوا میں مصروف ہو گئے۔ تمام ہندوستان کا دورہ کیا۔ آپ کے کئی عقائد سے پنڈتوں کو بھی اختلاف تھا۔ دیگر مذاہب پر بھی سوامی کڑی نکتہ چینی کرتے تھے۔ اس لئے مسلمان اور عیسائی طبقہ ناخوش رہنے لگا۔ اسی مخالفت کی بنا پر کئی بار سوامی جی کو زندگی اور موت کی جنگ لڑنا پڑی۔ مگر آپ کے دل میں کسی فرد کی ذات سے نفرت نہیں اور نہ ہی جذبۂ انتقام بھڑکا۔ ایک دفعہ انوپ شہر میں آپ کے کسی مخالف کی طرف سے پان میں زہر دے دیا گیا۔ مگر ان کو فوراً معلوم ہو گیا۔ سوامی جی یوگی تو تھے ہی۔ گنگا کے کنارے جا کر نیولی کرم کیا اور آنتوں میں سے زہر کو نکال باہر کیا۔ منشی سید محمد وہاں کے تحصیل دار اور سوامی جی کے بڑے بھگت تھے انہوں نے مجرم کو پکڑ کر قید میں ڈال دیا۔ جب سوامی دیانند جی کو پتہ چلا۔ تو وہ تحصیل دار صاحب کے پاس آئے اور کہا کہ تحصیل دار صاحب! "میں دنیا کو قید کرانے نہیں آیا ہوں بلکہ میں تو اسے قید وبلا سے چھڑانے آیا ہوں"۔ چنانچہ سوامی جی نے اپنے قاتل کو قید سے چھڑا کر اپنی فراخدلی کا بہترین ثبوت پیش کیا۔ اس طرح کئی بار سوامی جی کو زہر دیا گیا۔ مگر آپ اپنی یوگ ودیا کی بدولت بچ جاتے رہے۔ تاہم دشمنوں کا آخری یہی حربہ کارگر ہوئے بغیر نہ رہا۔ لیکن ان تمام موقعوں پر سوامی جی نے جس ایثار اور قربانی کا ثبوت دیا اس سے ہر شخص کی طبیعت پھڑک اٹھتی ہے۔ تحسین کے چند کلمات زبان سے بے اختیار نکل جاتے ہیں۔

بنگال کا دورہ کر چکنے کے بعد سوامی جی نے بمبئی پہنچ کر ایک ایسی جماعت کی تنظیم کی جس کا مشن رائج وقت مجلسی خرابیوں کو دور کرنا۔ ویدوں کا پرچار کرنا وغیرہ تھا۔ اس جماعت کا نام آریہ سماج رکھا گیا۔ پونا کے رہنے والوں نے ان کو اپنے ہاں مدعو کیا۔ اور ان کا بڑا بھاری جلوس نکالا گیا۔ بمبئی ہائی کورٹ کے جج شری مہادیو گووند راناڈے سوامی جی کے بڑے معتقد تھے۔ سوامی جی کو ہاتھی پر چڑھا کر سارے شہر میں پھرایا۔ مخالفوں کے دل پر سانپ لوٹ گیا۔ انہوں نے اگلے دن ایک آدمی کا منہ کالا کر کے گدھے پر چڑھا کر سارے شہر میں گھمایا۔ اور اسے سوامی دیانند کہہ کر اس پر اینٹیں پتھر پھینکے۔ اور گالیاں دیں۔ کسی نے سوامی دیانند کو اس واقعہ کی خبر کر دی۔ مگر آپ نے ذرا بھی برا نہیں مانا۔ یہ ہے سچے مہاپرشوں اور کرم یوگیوں کی پرکھ جس پر سوامی جی ہمیشہ پورے اترے۔

سوامی جی کا کیریکٹر

سوامی دیانند کا اخلاق بہت بلند تھا۔ آپ بڑے راستگو اور حق پرست تھے دشمنوں پر رحم کرنا آپ کا مرغوب کن شیوہ تھا۔ اپنی دھن کے پکے تھے ایک موقعہ پر سوامی جی سے کہا گیا کہ وہ سخت کلامی (یعنی صاف گوئی) سے کام نہ لیا کریں۔ کیونکہ اس سے بعض انگریز حکام ناراض ہو جاتے ہیں۔ سوامی جی نے کہا "لوگ کہتے ہیں سچائی کا اظہار نہ کرو۔ کلکٹر ناراض ہو گا۔ کمشنر ناخوش ہو جائے گا۔ گورنر سزا دے گا۔ اے بھائی شہنشاہ عالم بھی کیوں نہ ناراض ہو جائے ہم تو ستیہ ہی کہیں گے۔ یہ جسم فانی ہے۔ اس کی دھرم کے سامنے میرے نزدیک کوئی پرواہ نہیں۔ اس جسم کو

جس انسان کا جی چاہے ناش کرے۔ لیکن مجھے وہ جوانمرد بتاؤ جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ میرے آتما کا ناش کر سکتا ہے۔ جب تک کوئی ایسا جوانمرد دُنیا میں دکھائی نہیں دیتا۔ میں یہ سوچنے کے لئے بھی تیار نہیں کہ آیا میں سچائی کو دباؤں گا یا نہیں۔

سوامی دیانند ہمیشہ نڈر رہے۔ اور کبھی بیرونی دباؤ سے انہوں نے اپنے خیالات کو دبانے یا چھپانے کی کوشش نہیں کی۔ جب وہ ریاست جودھپور میں تھے تو وہاں آپ نے دیکھا کہ مہاراجہ صاحب ریاست کے کام کی طرف توجہ دینے کی بجائے اپنا وقت ایک بازاری عورت ننھی کی ناز برداریوں میں گذارتے ہیں۔ ایک دن سوامی جی مہاراجہ صاحب کے پاس گئے۔ اس وقت ننھی وہاں موجود تھی۔ سوامی جی نے یہ دیکھکر مہاراجہ صاحب کو خوب ڈانٹا اور کہا۔ اگر شیروں کی گود میں کُتیا بیٹھے تو ایسے سماگم سے کیا اولاد ہوگی؟ لوگ اس بے باکانہ تقریر سے گھبرا گئے۔ مہاراجہ صاحب پر جو اثر ہوا سو ہوا۔ لیکن ننھی سوامی جی کی دشمن جان بن گئی۔ آخر اس کی سازش سے انہیں زہر دی گئی۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ ۳۰ اکتوبر ۱۸۸۳ء میں وہ اس اسار سنسار سے رخصت ہو گئے۔ ان کی یادگار میں پنجاب کی آریہ سماجوں نے دیانند اینگلو ویدک کالج قائم کیا۔

سوامی جی کورڈھم کے بھی سخت خلاف تھے۔ آپ شہرت اور عزت سے بے نیاز رہ کر ریفارم کرتے رہے۔ یہی سچی کرم یوگتا ہے آپ نے جو سوشل اصلاح کی۔ اس کا ثبوت آج دُنیا کے سامنے ہے۔ زیادہ تفصیل میں بیان کرنا یہاں دشوار ہے۔ یتیموں کے آشرم۔ آریہ سماجوں کی قایمی۔ چھوٹی عمر کی شادی کے خلاف جہاد کا ہندوؤں کو دوسرے دھرم اختیار کرنے کا سدباب وغیرہ یہ سب کچھ آپ کی نشکام کرم یوگتا کا ہی نتیجہ ہے۔

استقلال

سُنا ہے مستقل عزمی بدل دیتی ہے قسمت کو
جو استقلال سے ہر کام کا آغاز کرتے ہیں
جوانمردوں کی خوش اسلوب اور مضبوط تدبیریں
مصائب پر حریفانہ روش سے مسکراتی ہیں
انہیں روکیں گے کیا آلام ہیبتناک کے پردے
شکستوں سے کبھی ذوقِ عمل گھائل نہیں ہوتا

ہزیمت کر نہیں سکتی ہراساں جوشِ ہمت کو
وہی اپنی تمناؤں کو سرافراز کرتے ہیں
وہ تدبیریں قدم جن کے لیا کرتی ہیں تقدیریں
قیامت خانۂ آلام کا در کھٹکھٹاتی ہیں
پڑے ہوں جن کے دل پر جرأتِ بیباک کے پردے
جوانمردوں کا دل عورت کا نازک دل نہیں ہوتا

کبھی خفت کا منہ دیکھا نہیں کلفت پسندوں نے
کیا تبدیل تقدیروں کو تدبیروں کے بندوں نے

ماخوذ

زمانہ گذشتہ میں

غلاموں کی دردناک زندگی کا ایک دَرشیہ

ایپک ٹِٹس فرجیا (اٹلی) میں پہلی صدی عیسوی کے درمیانی حصّہ میں پیدا ہوا۔ ایپک ٹِٹس معنے زرخرید کے ہیں۔ اس کا اصلی نام معلوم نہیں تھا۔ اس لئے یہ نام بعد میں اُسے اس وجہ سے دیا گیا کہ وہ ایک زرخرید غلام تھا۔ آگے ہم اُسے زرخرید کے نام سے ہی یاد کریں گے۔ زرخرید خوبصورت تو نہ تھا مگر چہرے پر استقلال اور قناعت کی جھلک خوب نمایاں تھی۔ اس زمانہ میں اٹلی میں غلامی کی رسم جاری تھی۔ غلاموں کے ساتھ مالک حیوانوں کی طرح سلوک کرتے تھے۔ دن رات غلام بیچارے کام کرتے تھے۔ اور اس کے عوض میں ان کے ساتھ سختی اور بے رحمی کا برتاؤ کیا جاتا تھا۔ بوڑھا ہونے پر ان غلاموں کو باہر جزیرے پر چھوڑ آتے تھے تاکہ وہاں وہ بھوک سے مر جائیں۔ اگر آقا قتل ہو جاتا تو غلام بھی ساتھ ہی مار ڈالے جاتے۔ بعض حیوانوں کی خوراک کے لئے اور مہمانوں کی تفریح کے لئے غلاموں کو مار دیتے تھے۔ روما کی تہذیب یافتہ عورتیں غلاموں کے گوشت کو نوچتی تھیں۔ اور پھر اس میں سوئیاں چبھوتی تھیں۔ ایسے وقت میں زرخرید ایک شخص کے پاس بیچا گیا۔ اس میں بھی اپنی جماعت کی تمام بُرائیاں موجود تھیں۔ لہذا زرخرید کو آئے دن ایسی مصیبتوں کا سامنا رہتا تھا۔ مگر اس کے ماتھے پر کبھی رنج و غم کا شکن نہیں پڑتا تھا۔ ایک دفعہ زرخرید کے مالک نے اس کی ٹانگ کو شکنجے میں ڈال کر شکنجہ گھمایا۔ بیچارے زرخرید کو جب تکلیف پہنچی تو اس نے کہا۔ "آقا اگر ایسے ہی شکنجہ کو گھماتے جاؤگے تو ٹانگ ٹوٹ جائے گی"۔ بے رحم آقا نے شکنجہ اور گھمایا اور زرخرید کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ مگر بیچارے زرخرید نے شکوہ شکایت سے لب پاک رکھے۔ اور فقط یہ کہا! "مالک میں نے جو یہ کہدیا تھا کہ اگر شکنجہ گھماتے جاؤگے تو ٹانگ ٹوٹ جائے گی"۔ بیچارے کی شکل پہلے ہی خراب تھی غریبی اور غلامی کی زندگی نے جسمانی حالت نہایت ناقص کر دی تھی۔ جو کسر رہ گئی تھی اب آقا کی بیرحمی سے پوری ہو گئی۔ اس وقت بعض شخصوں کے پاس فاضل غلام بھی ہوتے تھے۔ ان کی گفتگو بھی خدمت خیال کی جاتی تھی۔ زرخرید چونکہ جسم سے ناکارہ ہو چکا تھا۔ اس کے آقا نے اسے ایک عالم کے پاس تعلیم کے لئے بھیج دیا۔ اس شخص کا نام رُوفس تھا۔ اس نے اسے دلی شوق سے پڑھایا۔ زرخرید سچے کرم یوگی کی طرح ہر حال میں خوش رہتا تھا اور مصیبتوں کو بھی نعمت سمجھتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اگر وہ ایسے بیرحم آقا کے پاس نہ بکتا اور وہ اپنی تفریح طبع کے لئے اس کی ٹانگ شکنجہ میں ڈال کر نہ توڑتا تو ایسے فاضل اُستاد کے پاس تعلیم پانے کا اس کے لئے موقعہ نہ تھا۔ یہ معلوم نہیں کہ کب اور کس طرح اسے آزادی ملی۔ اس کا رہائشی مکان ایک معمولی جھونپڑا تھا۔ کبھی اس نے اس کی کُنڈی نہیں لگائی تھی۔ اس کے گھر کا سارا اسباب ایک سونے کی چٹائی اور ایک لوہے کے چراغ پر مشتمل تھا۔ ایک دفعہ ایک چور آیا اور چراغ اُٹھا کر لے گیا۔ زرخرید نے ہنس کر کہا کہ اگر پھر چور آئے گا تو ضرور اسے مایوس ہونا پڑے گا۔ کیونکہ اب لوہے کا چراغ نہیں ہوگا —— جب شہنشاہ ڈومیشن تخت پر بیٹھا تو اس نے حکم دیا کہ تمام فلاسفر اٹلی سے نکال دیئے جائیں۔ زرخرید جو غلام سے فلاسفر بن چکا تھا کو بھی اس قانون کے مطابق ملک چھوڑنا پڑا۔ مگر ذرا رنج نہیں ہوا بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے جلاوطنی کو بھی شانتی سے قبول کیا —— زرخرید کا ایک غلام کی حیثیت سے ترقی کر کے فلاسفر بن کر شہرت دوام حاصل کرنے کا راز اس کی کمال بُردباری اور استقلال پر ہی مبنی تھا ٭

سچی بات

از شری ناز سونی پتی

مے کبھی اب ہم سے پی نہیں جاتی
فیض ساقی تو عام ہے، لیکن
بات کہنے کی جی میں آتی ہے
آنکھ، دل کی وہ بات کہتی ہے
آج دنیا ہے زر کے بندوں کی
موت آتی ہے زندگی بن کر
زندہ دل کی مصیبتوں میں بھی
آج کل کے خدا پرستوں کی

اور توبہ بھی کی نہیں جاتی
"میری تشنہ لبی نہیں جاتی"
بات لیکن کہی نہیں جاتی
جو زباں سے کہی نہیں جاتی
بے کسوں کی سنی نہیں جاتی
زندگانی جلی نہیں جاتی
عادتِ دل لگی نہیں جاتی
خود نمائی، خودی نہیں جاتی

غم کی دولت ہے ناز! وہ دولت
آ کے مجھ پہ چلی نہیں جاتی

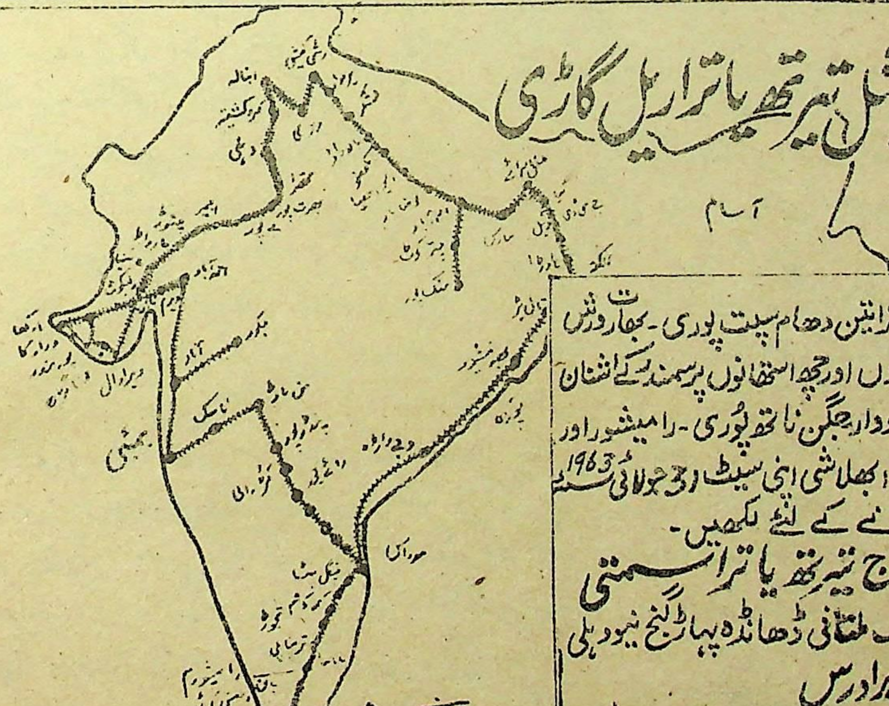

دہلی سے یاترائیں دھام سپت پوری - بھارت ورش
کی سترہ پوتر ندیوں اور چھ استھانوں پر سمندر کے اشنان
تتھا شری ہری دوار جگن ناتھ پوری - رامیشور اور
دوارکا پوری کے ابھلاشی اپنی سیٹ ۳ جولائی سنہ 1963ء
تک ریزرو کرانے کے لئے لکھیں۔

(۱) شری رام راج تیرتھ یاترا سمتی
8958 چوک ملتانی ڈھانڈہ پہاڑ گنج نیو دہلی

جھول برادرس
(2) نارائن دھوپ والے صدر تھانہ روڈ دہلی

گورو ورجانند ڈنڈی سنیاسی

از قلم چوہدری بال مکند بی۔ اے۔ ایل ٹی کرتار پوری

ہمارا صوبہ پنجاب بھی ایک مردم خیز خطہ ہے۔ یہاں پر گورو نانک نے جنم لیا۔ سوتنتر پنجاب کے آخری سمراٹ شیر پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ جی کی یہی جنم بھومی ہے۔ آنجہانی بھارتیہ پولیٹیکل لیڈر لالہ لاجپت رائے پنجاب کیسری سردار بھگت سنگھ شہید اعظم اور ان کے سارے پریوار کا آبائی وطن بھی پنجاب ہے۔ اسی پنج ند دیش میں سترھویں صدی کے آخری حصہ میں ایک سنسکرت کے بے مثل سکالر کا جنم ہوا۔ جن کا مختصر جیون چرتر نیچے دیا جاتا ہے۔

۱۷۳۴ بکرمی (مطابق ۱۶۷۸ء) کے لگ بھگ دریائے بیاس کے کنارے سری ہر گوبند پور نامی قصبہ میں پنڈت دیال داس جی رہا کرتے تھے۔ آپ کا گوتر بھاردواج تھا۔ یہ قصبہ ضلع گورداسپور میں آباد ہے۔ سرکار وقت نے ان کو دوآبہ بست جالندھر میں سیاہ بئیں کے کنارے جاگیر دے رکھی تھی۔ دیال داس جی کی رحلت کے بعد ان کے سپتر پنڈت گنگا رام جی نقل مکانی کر کے اپنی جاگیر پر جا کر کھیتوں میں رہنے لگے۔ تھوڑے عرصہ میں وہاں پر ایک چھوٹا سا گاؤں بس گیا۔ اور گنگا رام کے نام نامی پر اس گاؤں کا نام بھی گنگا پور مشہور ہو گیا۔ آج یہ گاؤں دریا برد ہو چکا ہے۔ اس کے کھنڈرات ایک ٹیلہ کی شکل میں ملتے ہیں۔

شری گنگا رام جی کے دو بیٹے تھے کرم چند اور بھانا رام۔ بھانا رام ایک بھگت پرش تھے۔ انہوں نے شادی نہیں کی تھی اور سارا وقت ایشور بھگتی میں گذار دیا کرتے تھے۔ صبح بڑے تڑکے اٹھ کر ندی میں اشنان کر کے کنارے پر بیٹھ کر عبادت میں مشغول ہو جاتے تھے۔ اور گھنٹوں تک اسی حالت میں سمادھی لگائے بیٹھے رہتے تھے۔ آج تک اس جگہ کو "بھانے دا پتن" کہتے ہیں۔ ان کے بڑے بھائی شری کرم چند جی کے صاحبزادے پنڈت نارائن دت سنسکرت کے بڑے عالم تھے۔ آپ کے دو بیٹے شری دھرم چند اور شری برج لال تھے۔ یہی برج لال بڑے ہو کر سنیاس دھارن کر کے پر سوامی ورجانند ڈنڈی سنیاسی کے نام سے پرسدھ ہوئے۔

برج لال جی کا جنم ۱۸۵۴ بکرمی مطابق ۱۷۹۸ء میں گنگا پور نامی گاؤں میں ہوا۔ جو کہ سیاہ بئیں کے کنارے قصبہ کرتار پور سے کوئی تین چار میل کی دوری پر واقع تھا۔ پانچ سال کی عمر میں آپ کو چیچک کا عارضہ ہو گیا۔ اور آنکھوں کی بینائی جاتی رہی۔ اس وقت آپ کے ماتا پتا جیوت تھے۔ اس زمانہ میں سکول اور پاٹھشالائیں نہیں ہوتی تھیں۔ لہٰذا برج لال جی گھر پر ہی سنسکرت کی تعلیم پائی۔ ۱۲ سال کی عمر میں آپ کے ماتا پتا کا دیہانت ہو گیا۔ ان کے بڑے بھائی پنڈت دھرم چند جی زن مرید تھے۔ ان کی گھر والی بیچارے برج لال سے برا سلوک کیا کرتی تھی۔ اس سے تنگ آ کر آپ نے اپنے گھر کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ دیا۔

۱۵ سال کی عمر میں آپ رشی کیش تشریف لائے۔ تین سال تک آپ نے وہاں پر گھور تپسیا کی۔ اور آخرکار آپ کو نور ابدی پراپت ہوا۔ ۱۸ سال کی عمر میں آپ ہردوار پہنچے اور وہاں پر ان کی اپنے گورو سوامی پورنانند جی سرسوتی سے ملاقات ہوئی۔ ان سے آپ نے سنیاس دھارن کیا۔ اور اپنا نام برج لال سے ورجانند رکھا۔ اس کے بعد آپ بنارس (کاشی)، گیا وغیرہ دوسرے مقدس مقامات کی سیاحت کے لئے تشریف لے گئے۔

سوامی ورجانند سنسکرت کے لاثانی عالم تھے ان کو جاہ و حشمت کی چاہ نہ تھی۔ وہ اپنے اصولوں کے پکّے تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ الور کے مہاراجہ ونے سنگھ جی ان کو اپنے ساتھ اپنے محلوں میں لے گئے اور ہر روز تین گھنٹوں تک ان سے سوادھیا کرنے کا وعدہ کیا۔ ایک دن کسی کارن سے مہاراج غیر حاضر ہو گئے۔ سوامی ورجانند جی اگلی صبح ان کے ہاں سے چل کر بھرت پور راج میں پہنچ گئے۔

آخری ایام میں آپ دریائے جمنا کے کنارے متھرا میں قیام پذیر ہوئے۔ ان دنوں مذہبی بحث مباحثوں کا بڑا زور تھا۔ سوامی جی اور ان کے چیلے اکثر ان بحث مباحثوں میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا کرتے تھے۔ آپ کو منش کرت گرنتھوں میں اعتقاد نہیں تھا۔ وہ ان سب کو چھوٹے گرنتھ کہا کرتے تھے۔ آپ تو الہامی کتابوں کے دلدادہ تھے۔ اپنے چیلوں کو اشٹادھیائی۔ نگھنٹو۔ نروکت وید شاستر پڑھایا کرتے تھے۔ آریہ سماج کے بانی شری سوامی دیانند سرسوتی نے تین سال تک ان سے تعلیم حاصل کی۔ کہتے ہیں کہ پہلے ہی دن گورو جی نے حکم دیا کہ جتنے منش کرت چھوٹے گرنتھ آج تک پڑھتے رہے ہو جمنا کی نذر کر آؤ۔ چنانچہ برخوردار چیلے نے ایسا ہی کیا۔ تب اس کو پاٹھ شالا میں داخل کیا گیا ——— سوامی ورجانند جی ایک بڑے ہی دُبلے پتلے انسان تھے۔ قد درمیانہ تھا۔ ۱۹۲۵ بکرمی کی کرشن پکش کی ترودشی کے دن (اکتوبر ۱۸۶۹ء) آپ نے نروان پراپت کیا۔

گنگا پور نامی گاؤں دریا بُرد ہونے پر آپ کے بڑے بھائی بھی اپنے پریوار سمیت کرتار پور (ضلع جالندھر) میں آکر آباد ہو گئے تھے۔ سوامی دیانند کی یادگاریں تو تمام بھارت ورش میں جگہ جگہ ملتی ہیں۔ افریقہ نواسی مہاشہ بدری داس جی ویدک مشنری نے اپنی گرہ سے ۵۰۰۰ روپے خرچ کر کے سوامی ورجانند کا سمارک کرتار پور میں برلب سڑک اعظم بنوایا ہے۔ یہی ایک واحد سمارک ہے جو گورو ورجانند کی سمرتی کی یاد دلاتا ہے۔ اہل ہنود سے بڑی امید ہے کہ اس یادگار کو مکمل کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں اٹھا رکھیں گے۔ یہ سمارک ابھی نامکمل ہے۔ اور جنتا کی توجہ اس کی طرف دلانا ہمارا فرض اولین ہے۔ ایسے نرپکش عالم بے مثل کی یاد کو قائم رکھنے کے لئے سب نرناریوں کو سہائتا کرنی چاہئے۔

بھگوت گیان انک ۱۹۶۳ء جو آپ نے نکالا ہے اپنی مثال آپ ہے۔ بہت اعلے مضامین کا مرقع ہے جس کو پڑھ کر آدمی بھگوان کی پراپتی کا سادھن کر سکتا ہے۔ اس کلجگ کے زمانہ میں رسالہ "اوم" ہندو جگت کی کافی سیوا کر رہا ہے۔ بھگوان سے پرارتھنا ہے کہ اس رسالہ کو اور بھی ہمت دیں تاکہ اور زیادہ اُتساہ سے ہندو جگت میں سورج کا مینار بنے۔ ہمارے گھر میں اسے سب شوق سے پڑھتے ہیں۔ ایک نظم "ناچنے کے بعد" دِل صاحب کی لکھی ہوئی پڑھی ہے بہت اچھی ہے۔ انکو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

آپکا شبھ چنتک۔ ودھاوا تمل پیٹالنگ جایا کوالالمپور (ملایا)

ستیارتھ پرکاش کی پریکشائیں

آریہ یووک پریشد دِلی نے ستیارتھ پرکاش کی چار پریکشائیں مقرر کر رکھی ہیں ستیارتھ رتن۔ ستیارتھ بھوشن

ستیارتھ وشارد۔ ستیارتھ شاستری

یہ پریکشائیں سارے دیش میں ۱۱ اگست ۱۹۶۳ء ۱۱-۸-۶۳ کو ہوں گی۔ ادھک جانکاری کے لئے

شری سریندر کمار منتری پریکشا ۲۱۲ نیا بانس دِلی سے پتر ویوہار کریں۔

گینشدت آریہ سیوک اُپ پردھان آریہ یووک پریشد دِلی

"روایاتِ کہن"

شری روشن پٹیالوی

خاک میں ہم نے ملائی ہیں روایاتِ کہن — اپنے ہاتھوں سے کیا نذرِ خزاں باغِ وطن
پیروی کرنے لگے بھول کے ہم مغرب کی — کیسے برباد ہوئے چھوڑ کے مشرق کا چلن

نظامِ کہنہ

نظامِ کہنہ کی بنیاد تک ہلا ڈالو — نئی حیات کے ایوان کی بنا ڈالو
ضیائے علم سے روشن کرو وطن اپنا — نشانِ ظلمتِ اوہام کو مٹا ڈالو

مراحلِ دشوار

کئی مراحلِ دشوار سے گذرنا ہے — ابھی تو بحرِ حوادث کو پار کرنا ہے
بنی ہوئی ہے جو تصویرِ حال مدھم سی — حیاتِ نو کا حسین رنگ اس میں بھرنا ہے

نقوشِ نو

نقوشِ نو کے حیات آفریں نظارے ہیں — حسیں ہے چاند تو دلکش بہت ستارے ہیں
غمِ حیات کی ظلمت کے مٹ گئے ہیں نشاں — مسرتوں کے بھڑک اٹھے پھر شرارے ہیں

سنہرے اجالے

اگرچہ مصائب کے طوفاں ہیں اُمڈے — پڑے ہر طرف رنج و غم کے ہیں ڈیرے
مگر اب یہ تاریکیاں مٹ رہی ہیں — نظر آ رہے ہیں سنہرے اجالے

عصرِ نو

ہر بلند و پست کو ہموار کرنا ہے ہمیں — عصرِ نو کا اس طرح دیدار کرنا ہے ہمیں
یہ تمیزِ ادنےٰ و اعلےٰ ہے بیتے یُگ کی یاد — اب نئی اقدار کا پرچار کرنا ہے ہمیں

آئیے اپنا عہد دوہرائیں * بھارت کو مضبوط بنائیں

مہاراجہ رنتی دیو

دردِ دل کیواسطے پیدا کیا انسان کو

رگھو ونش میں سنسکرتی نامی مہاراجہ کے ایک پُتر رنتی دیو بڑے فیاض اور دیالو ہو گذرے ہیں۔ عنانِ سلطنت ہاتھ میں لیتے ہی انہوں نے غریبوں اور بے کسوں کی سیوا میں پانی کی طرح دھن بہانا شروع کر دیا۔ ان کے دل میں ہر وقت دُکھیوں کی سیوا بھاؤ کی سکیمیں رہا کرتی تھیں۔ ایک دفعہ ملک میں قحط پڑ گیا۔ مہاراج رنتی دیو نے اپنے خزانہ اور دیگر کوٹھوں کے دروازے غریبوں کے لئے کھول دیئے۔ اسیطرح بانٹتے بانٹتے ان کا تمام خزانہ خالی ہو گیا۔ حتےٰ کہ ان کے پاس اپنے کھانے کے لئے بھی ایک دانہ نہ رہا۔ وہ اپنے کنبہ کو لے کر جنگل میں آ نکلے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ جس جنگل میں وہ آ پہنچے تھے وہاں کند مول پھل تو در کنار کوسوں پانی کی بوند نہ ملتی تھی۔ بھوکے پیاسے بہت گھومنے کے بعد وہ پریوار سہت نِسفل ہو کر ایک مقام پر بیٹھ رہے۔ ہر وقت ایشور بھجن تو ان کا شیوہ ہی تھا۔ بس ہوا کھانے اور ایشور نام جپنے کے سوا اور کوئی کام نہ تھا۔ آخر ۴۸ دن اسی طرح بنا کچھ کھائے پیئے ہی گذر گئے۔

ایشور کی اپار مہما ہے۔ ۴۹ ویں دن رنتی دیو جی کو کہیں سے کھیر، حلوہ اور پانی وغیرہ مل گیا۔ ایک مدت کے بعد اپبھوگ کر پانے کھانے کے لئے ان پدارتھوں کو پا کر وہ بھگوت سمرن کرتے ہوئے کھانے ہی والے تھے کہ ایک برہمن نے آکر سوال کیا۔ ”راجن۔ میں بہت بھوکا ہوں۔ لبوں پر جان آ رہی ہے کچھ کھانے کو دلایئے۔“ مہاراج نے یہ الفاظ سُن کر فوراً اس برہمن کو بھوجن دے کر پرسن کیا۔ جب وہ برہمن چلا گیا۔ تو پھر وہ کنبے میں بانٹ کر پدارتھوں کو کھانے لگے۔ تو ایک شودر نے بڑے عاجزانہ لہجے میں کھانے کیلئے کچھ مانگا۔ مہاراج نے خوشی خوشی اسے بھی بھوجن دے کر پرسن کیا۔ اس کے بعد ایک شخص کئی کتوں کے ساتھ وہاں آ گیا اور کہا ”مہاراج! میں اور میرے کُتے بہت بھوکے ہیں۔ ہمیں کچھ ان دیں۔ تو ہماری آتما کو شانتی نصیب ہو۔ مہاراج کو بڑی خوشی ہوئی۔ وہ اپنی بھوک پیاس بھول گئے۔ اور جتنا بھی ان بچا تھا۔ وہ سب اس آدمی کے سپرد کر اس کی اور اس کے کتوں کی جان بچائی۔ اس کے بعد بھوجن تو سب ختم ہو گیا تھا صرف پانی اتنا بچا تھا کہ جس سے ایک آدمی کی پیاس بُجھ سکے۔ مہاراج اسی جل کو بانٹ کر پینا چاہتے تھے کہ ایک چانڈال نے آکر پانی کا سوال کیا۔ مہاراج کو بڑی ہی خوشی ہوئی۔ آہا۔ یہ بڑی خوش قسمتی کی بات ہے کہ اس نرجن گھور جنگل میں بھی میرے ذریعے کسی پرانی کو سکھ پہنچ رہا ہے۔“ اسطرح انہوں نے پرسن ہو کر چانڈال کو سارا پانی پلا کر سنتشٹ کیا۔ برہمن شودر اور اس چانڈال کے روپ میں دراصل بھگوان ہی بار بار کرم یوگی بھگت کی پریکشا لینے کیلئے آئے تھے۔ اب کے انہوں نے پرسن ہو کر رنتی دیو کو ساکشات ہو کر درشن دیئے اور کہا ”ور مانگو“ مہاراج رنتی دیو نے نہال ہو کر دیا یہی مانگا کہ ”ہے بھگوان میں یہی چاہتا ہوں کہ میرے ذریعہ دُکھیوں کے دُکھ دُور ہوں“

ایڈیٹر

رسالہ ”اوم“ دہلی کے دو نئے خریدار بنا کر شری سوامی شوانند جی مہاراج (رشی کیش) کی شہرۂ آفاق تصنیف آستک ناستک سنواد اور برہمچریہ ڈرامہ مفت طلب کریں۔

خاص "آدم" کیلئے

یتیموں کی فریاد

(نتیجۂ فکر منشی چوند لال صاحب شاد ادیب فاضل)

اے کہ تم پہ مہربان ہے خالقِ کون و مکاں
ہر متاع بخشا ہے از حدِ ضرورت بیشتر
جاہ و حشمت سے بھی تم کو حصۂ وافر ملا
عظمت و شہرت کے بھی ہو نامور سرمایہ دار
سب مقاصد میں نہایت کامیابی ہے نصیب
کیا کبھی آیا ہے تم کو ان یتیموں کا خیال
تھام لو اپنا کلیجہ دل پہ رکھ لو ہاتھ تم
ہم شہیدِ غم، رہینِ یاس، پامالِ جفا
خستہ دل۔ حسرت زدہ۔ ہدفِ بلا۔ حرماں نصیب
پسلیاں اُبھری ہوئی اور مسخ ہیئت پیکری
الغرض ہم کس طرح ظاہر کریں مجبوریاں
تم تو اپنی شان و شوکت پر ہے ہر دم فخر و ناز
ہم ہیں وقفِ رنج و غم اور تم ہو رشکِ بے وجم
تم مکلف فرش پر لو خوابِ شیریں کے مزے
پہنتے ہو تم ہمیشہ پُربہا اعلٰے لباس
تم مرغن کھاؤ کھانے روز باصد افتخار
پھیرتا ہے بچوں پہ کیسے باپ کی شفقت کا ہاتھ
ہم سے نہ پوچھیں کہ ہم ہیں اس سے مطلق بے خبر
سایۂ پدری ہمارے واسطے اک خواب ہے
گر پڑا بچپن میں جن کے سر پہ دُکھوں کا پہاڑ
یا وہ بدقسمت مسافر چھوڑ کر تنہا جنہیں
پھرتے ہیں دشتِ یتیمی میں پریشاں ہر طرف
پیدا ہوتے ہی مل گئیں سب آرزوئیں خاک میں
طفلی ہی میں اپنی مجلس ہو گئی برہم تمام
کشتۂ جورِ فلک۔ صیدِ جفائے بختِ بد
ہر سعادت سے کیا ہے اُس نے تم کو ذی نشاں
ہیں تمہارے گھر ہزاروں سیم و زر کی تھیلیاں
عزت و ثروت بھی ہے تم کو میسر بیکراں
دولت و مکنت میں بھی ہو رشکِ قاروں بیگماں
ہر طرح کی نعمتوں سے سرفراز و شادماں
بھرتے ہیں مجبوریوں سے جو ہمیشہ سسکیاں
ہم سُناتے ہیں تمہیں اب اپنے دُکھ کی داستاں
ہر طرح مقہور ہیں از دستِ ظالم آسماں
واژوں طالع۔ مضطرب۔ مفلوک اور آشفتہ جاں
زرد رنگ۔ پژمردہ چہرہ۔ جسم مثبتِ استخواں
ہو تنِ لاغر میں کیا زورِ زباں۔ جوشِ بیاں
ہم یتیمی کی مصیبت سے ہیں ہر دم خستہ جاں
ہم بحال بے نوایاں تم بشانِ راجگاں
خاک کے بستر پہ توڑیں رات دن ہم ہڈیاں
یاں ہر اک موسم میں اپنا تن ہے اور ہیں دھجیاں
رہتی ہیں جہاں ہمارے گھر میں فاقہ مستیاں
مائیں اُن کو پیار سے دیتی ہیں کیسے لوریاں
ڈھونڈتے ہیں پر ہمیں ملتا نہیں اُن کا نشاں
اُلفتِ مادر سراسر ایک غم کی داستاں
ہم ہیں وہ آزردہ و معتوبِ زیرِ آسماں
چپکے چپکے چل دیا منزل کی جانب کارواں
ڈھونڈتے ہیں پر نہیں ملتا صحیح راہ کا نشاں
آنکھ کھلتے ہی یہ دیکھا کہ ہے دشمن آسماں
کم سنی میں اپنا گلشن ہو گیا نذرِ خزاں
ہیں ہماری شکل پر ان سب حوادث کے نشاں

اپنی آہوں کا دھواں پھیلا فضا میں چار سُو
کاش دُنیا میں نہ ہو کوئی یتیمی کا شکار
کاش پڑ جائے کبھی کی ہم پر نظرِ التفات
ہم نے مانا ہیں تمہاری سب اُمیدیں بارور
ہم کو اس سے کیا جو تم ہو مالکِ سیم و طلا
ہم کو کیا صاحب! جو تم ہو چشمۂ آبِ بقا
جس خدا نے آپ کو بخشا ہے دُنیا دی عروج
کاش تم بھی جان لیتے عظمتِ جود و سخا
یاد رکھو ہوتا ہے بدتر مآلِ حُبِّ زر
مانا کہ ہے اِن دنوں قسمت تمہاری اوج پر
ڈر ہے کہ اقبال کا سورج نہ ہو جائے غروب
کیا عجب حالات میں آ جائے ایسا انقلاب
فخرِ ثروت ہے عبث۔ نازِ حکومت ہے فضول
گر پڑے اک پل میں ایوانِ مسرّت کی بنا
جب مقدر چھین لیگا تم سے یہ توفیق سب
کون آکر یہ کہے گا دیجئے سائل کو کچھ
نیک کاموں میں ہے تاخیر و توقف ناروا
چہرۂ ایتام سے ہاں گردِ کلفت جھاڑیئے
جن کی اُمیدوں کی کھیتی ہو گئی پیوندِ خاک
قوم کے۔ فضلے اپنی شفقت سے انہیں تسکین دیں
مال و دولت بے ثبات اور جاہ و منصب بے مدار
کر دیں اِک نظرِ کرم سے قصۂ غم مختصر
اک نگاہِ لطف فرمائیں کہ بیڑا پار ہو

پہنچ چکے اپنے نالے تا فرازِ آسماں
دے خدا دشمن کو بھی ہرگز نہ یہ سوزِ نہاں
ہم بھی آخر ہیں کسی کے لختِ دل آرامِ جاں
ہم نے مانا ہے میسّر تم کو عیشِ دو جہاں
جب نہ کام آئیں غریبوں کے یہ زر اندوزیاں
تر نہ کر سکو کسی تشنہ کا جب کام و دہاں
کاش وہ تم کو عطا کر دیتا طبعِ مہرباں
سیکھ لیتے کرن اور بکرم کی سی فیاضیاں
الحذر کہ لگ نہ جائے آگ زر کو ناگہاں
کیا عجب ہو جائے دشمن کل یہ ظالم آسماں
قصرِ دولت پر نہ چھا جائیں کہیں تاریکیاں
جس سے ہو جائیں مُبدّل غم سے یہ سب شادیاں
گردشِ ایام کی مشہور ہیں نیرنگیاں
ہے بسا ممکن کہ آ گھیریں تمہیں مجبوریاں
اہلِ حاجت کو کیا دے سکو گے پھر اے مہرباں
خشک کھیتی کے لئے بن جایئے ابرِ جہاں
اب خدارا بحرِ دو بخشش سے ہماری جھولیاں
دامنِ شفقت سے اِن کے پونچھیئے اشکِ رواں
اُن کے حق میں اب بنیں رحمت کا رودِ بیکراں
دامے درمے دُور کر دیں ان کی سب مجبوریاں
ہوں رفیقِ راہِ عُقبےٰ آدمی کی نیکیاں
اے رئیسو! راہِ حق میں خالی کر دیں تھیلیاں
کہہ گیا ہے شادؔ! یہ اِک شاعرِ شیوا بیاں

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کرّوبیاں (فرشتے)

جو ہے پیداوار بڑھاتا ❖ وہ بھارت کو سپھل بناتا
یہ نہ بھولئے کہ ہر گھر ایک محاذ ہے ❖

گورو ارجن دیوجی

شری بھائی پرمانند جی

گورو رام داس کے بعد ان کے سپتر ارجن دیو گدی پر بیٹھے۔ گورو ارجن دیو کو سب سے پہلے اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ اپنے شیشوں کے لئے کوئی دھارمک گرنتھ تیار کیا جائے۔ بالاے گورو نانک کے جیون کی کتھائیں ایک جگہ اکٹھی کی تھیں۔ اسے ہی لوگ سنا کرتے تھے۔ گورو ارجن نے موہن کے لکھے سے پہلے تین گوروؤں (نانک۔ انگد اور امر داس) کی بانیاں پراپت کیں۔ چوتھے گورو رام داس کے کتھن ان کے اپنے پاس موجود تھے۔ ان کے علاوہ مشہور بھگتوں کی بانیاں اور گوروؤں کی تعریف میں دوسرے کویوں کی کویتائیں جمع کیں۔ اس کام میں گورو ارجن دیو کے کئی برس لگ گئے۔ یہ ایک طرح سے دھارمک گرنتھ بن گیا۔

ایک اور چیز بھی بہت ضروری تھی۔ شیش اپنا تیرتھ کس کو سمجھیں؟ گورو ارجن دیو نے رام داس پور کو اس مطلب کے لئے چنا۔ وہ خود وہیں رہنے لگے۔ وہاں تالاب کے اندر ہر مندر نام سے ایک بڑا مندر بنوایا بڑے بڑے شیشوں کو آگیا دی گئی کہ وہ بھی وہیں آکر رہیں جب بعد میں یہ مت ماجھے اور مالوے کے اندر زور سے پھیلنے لگا۔ ترن تارن آباد کر کے وہاں بھی ایک تالاب بنوا دیا۔

ایک وقت گورو ارجن دیو نے روپے کی ضرورت کو بہت محسوس کیا۔ جو شیش روپیہ دیتے تھے ان میں سے ہر ایک کیلئے رقم نشچت کر دی گئی۔ اپنے سارے علاقے کو بائیس حصوں میں بانٹ دیا۔ وہاں بائیس مسند مقرر کر دیئے۔ جو سب سے روپیہ وصول کر کے بیساکھی کے دن امرتسر آجاتے۔ بیساکھی کو دربار لگتا۔ شیشوں کو اس بات کی بھی ترغیب دی گئی کہ وہ ترکستان جا کر گھوڑے لائیں۔ اور ان کا بیوپار کریں۔ اس طرح ہندوؤں کی گھر میں ہی گھسے رہنے کی بیماری دور ہونے لگی۔ ساتھ ہی انہیں پردیشیوں کے ساتھ ملنے جلنے کا موقع ملا۔ اس سے ان کے دل سے پردیشیوں کا ڈر جاتا رہا۔ گھوڑ سواری کا شوق بھی بڑھنے لگا۔ ایک نیتا کے آدھین ہونے خزانہ جمع کرنے اور نیم پورک سنگٹھن کرنے کے کارن گورو ارجن نے پرانے دھارمک آندولن کو راج نیتک سروپ دیدیا۔ خود گورو تو بالکل سادہ رہتے۔ لیکن ان کے دربار کی بڑی شان رہتی۔ شاہی مکان۔ تنبو۔ گھوڑے وغیرہ ہونے سے گورو راجا معلوم دیتے۔

ایک بار جہانگیر سے باغی ہو کر اس کا لڑکا خسرو پنجاب میں آگیا۔ گورو ارجن دیو نے اسے آشیرواد دیا۔ جہانگیر کو اس پر بڑا غصہ آیا۔ انہی دنوں لاہور کے مغل شاسک کے دیوان چندو نے اپنے پروہت کو اپنی لڑکی کے ور کی تلاش میں باہر بھیجا۔ گورو کی سندرتا اور یوگیتا دیکھ کر پروہت نے چندو سے ان کی سفارش کی۔ دیوان راضی تو ہو گیا لیکن اس نے یہ شبد بھی کہہ دیئے "لڑکی وہاں دے کر شاہی محل کی اینٹ کو موری میں لگا دینے کے برابر ہوگا۔ لیکن خیر" گورو ارجن دیو کو اس بات کا پتہ چل گیا۔ اور انہوں نے رشتہ لینے سے انکار کر دیا۔ چندو نے اسے اپنا اپمان سمجھا۔ لیکن کیونکہ ایک بار نشچے کر چکا تھا۔ اس لئے بار بار ناطہ پیش کیا مگر گورو ارجن دیو راضی نہ ہوئے۔ اس بات کو لے کر چندو نے گورو ارجن دیو کی شکایت کر دی۔ کہ جو گرنتھ شیشوں

اپنی آہوں کا دھواں پھیلا فضا میں چار سُو
کاش دُنیا میں نہ ہو کوئی یتیمی کا شکار
کاش پڑ جائے کبھی کی ہم پر نظرِ التفات
ہم نے مانا ہیں تمہاری سب اُمیدیں بارور
ہم کو اس سے کیا جو تم ہو مالکِ سیم و طلا
ہم کو کیا صاحب! جو تم ہو چشمۂ آبِ بقا
جس خُدا نے آپ کو بخشا ہے دُنیاوی عروج
کاش تم بھی جان لیتے عظمتِ جُود و سخا
یاد رکھو ہوتا ہے بدتر مآلِ حُبِّ زر
مانا کہ ہے اِن دنوں قسمت تمہاری اَوج پر
ڈر ہے کہ اقبال کا سُورج نہ ہو جائے غروب
کیا عجب حالات میں آ جائے ایسا انقلاب
فخرِ ثروت ہے عبث۔ نازِ حکومت ہے فضول
گر پڑے اک پل میں ایوانِ مسرّت کی بنا
جب مقدّر چھین لیگا تم سے یہ توفیق سب
کون آ کر یہ کہے گا دیجئے سائل کو کچھ
نیک کاموں میں ہے تاخیر و توقف ناروا
چہرۂ ایتام سے ہاں گردِ کلفت جھاڑیئے
جن کی اُمیدوں کی کھیتی ہو گئی پیوندِ خاک
قو لے۔ فضلے اپنی شفقت سے انہیں تسکین دیں
مال و دولت بے ثبات اور جاہ و منصب بے مدار
کر دیں اِک نظرِ کرم سے قصۂ غم مختصر
اِک نگاہِ لُطف فرمائیں کہ بیڑا پار ہو

پہنچ چکے اپنے نالے تا فرازِ آسماں
دے خُدا دشمن کو بھی ہرگز نہ یہ سوزِ نہاں
ہم بھی آخر ہیں کسی کے لختِ دل آرامِ جاں
ہم نے مانا ہے میسّر تم کو عیشِ دو جہاں
جب نہ کام آئیں غریبوں کے یہ زر اندوزیاں
تر نہ کر سکو کسی تشنہ کا جب کام و دہاں
کاش وہ تم کو عطا کر دیتا طبعِ مہرباں
سیکھ لیتے کرن اور بکرم کی سی فیاضیاں
اَلحذر کہ لگ نہ جائے آگ زر کو ناگہاں
کیا عجب ہو جائے دُشمن کل یہ ظالم آسماں
قصرِ دولت پر نہ چھا جائیں کہیں تاریکیاں
جس سے ہو جائیں مُبدّل غم سے یہ سب شادیاں
گردشِ ایّام کی مشہور ہیں نیرنگیاں
ہے بسا ممکن کہ آ گھیریں تمہیں مجبوریاں
اہلِ حاجت کو کیا دے سکو گے پھر اے مہرباں
خشک کھیتی کے لئے بن جایئے ابرِ چکاں
اب خُدارا بھر دو بخشش سے ہماری جھولیاں
دامنِ شفقت سے اِن کے پونچھئے اشکِ رواں
اُن کے حق میں اب بنیں رحمت کا رودِ بیکراں
دامے درمے دُور کر دیں ان کی سب مجبوریاں
ہوں رفیقِ راہِ عُقبےٰ آدمی کی نیکیاں
اے رئیسو! راہِ حق میں خالی کر دیں تھیلیاں
کہ گیا ہے شاد! یہ اِک شاعرِ شیوا بیاں

دَردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کرّوبیاں (فرشتے)

جو ہے پیداوار بڑھاتا ☆ وہ بھارت کو سپھل بناتا
یہ نہ بھولئے کہ ہر گھر ایک محاذ ہے ☆

گورو ارجن دیو جی

شری بھائی پرمانند جی

گورو رام داس کے بعد ان کے سپتر ارجن دیو گدی پر بیٹھے۔ گورو ارجن دیو کو سب سے پہلے اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ اپنے شِشیوں کے لئے کوئی دھارمک گرنتھ تیار کیا جائے۔ آلا سے گورو نانک کے جیون کی کتھائیں ایک جگہ اکٹھی کی گئیں۔ ایسے ہی لوگ سُنا کرتے تھے۔ گورو ارجن نے موہن کے سکھ سے پہلے تین گوروؤں (نانک۔ انگد اور امرداس) کی بانیاں پراپت کیں۔ جو تھے گورو رامداس کے کھتن ان کے اپنے پاس موجود تھے۔ ان کے علاوہ مشہور بھگتوں کی بانیاں اور گوروؤں کی تعریف میں دوسرے کویوں کی کویتائیں جمع کیں۔ اس کام میں گورو ارجن دیو کے کئی برس لگ گئے۔ یہ ایک طرح سے دھارمک گرنتھ بن گیا۔

ایک اور چیز بھی بہت ضروری تھی۔ شِشیہ اپنا تیرتھ کس کو سمجھیں؟ گورو ارجن دیو نے رامداس پور کو اس مطلب کے لئے چُنا۔ وہ خود وہیں رہنے لگے۔ وہاں تالاب کے اندر ہرمندر نام سے ایک بڑا مندر بنوایا بڑے بڑے شِشیوں کو آگیا دی گئی کہ وہ بھی وہیں آکر رہیں جب بعد میں یہ مت ماجھے اور مالوے کے اندر زور سے پھیلنے لگا۔ تورنتارن آباد کر کے وہاں بھی ایک تالاب بنوا دیا۔

ایک وقت گورو ارجن دیو نے روپے کی ضرورت کو بہت محسوس کیا۔ جو شِشیہ روپیہ دیتے تھے ان میں سے ہر ایک کیلئے رقم نشچت کر دی گئی۔ اپنے سارے علاقے کو بائیس حصّوں میں بانٹ دیا۔ وہاں بائیس مسند مقرر کر دیئے۔ جو سب سے روپیہ وصول کر کے بیساکھی کے دن امرتسر آجاتے۔ بیساکھی کو دربار لگتا۔ شِشیوں کو اس بات کی بھی ترغیب دی گئی کہ وہ ترکستان جا کر گھوڑے لائیں۔ اور ان کا بیوپار کریں۔ اس طرح ہندوؤں کی گھر میں ہی گھُسے رہنے کی بیماری دُور ہونے لگی۔ ساتھ ہی انہیں پردیشیوں کے ساتھ ملنے جُلنے کا موقع ملا۔ اس سے اُن کے دل سے بدیشیوں کا ڈر جاتا رہا۔ گھوڑ سواری کا شوق بھی بڑھنے لگا۔ ایک نیتا کے آدھین ہونے خزانہ جمع کرنے اور نیم لوک سنگٹھن کرنے کے کارن گورو ارجن نے پُرانے دھارمک آندولن کو راج نیتک سروپ دے دیا۔ خود گورو تو بالکل سادہ رہتے۔ لیکن ان کے دربار کی بڑی شان رہتی۔ شاہی مکان۔ تنبو۔ گھوڑے وغیرہ ہونے سے گورو راجا معلوم دیتے۔

ایک بار جہانگیر سے باغی ہو کر اس کا لڑکا خسرو پنجاب میں آگیا۔ گورو ارجن دیو نے اُسے آشیرواد دیا۔ جہانگیر کو اس پر بڑا غصّہ آیا۔ انہی دنوں لاہور کے مغل شاسک کے دیوان چندو نے اپنے پروہت کو اپنی لڑکی کے ور کی تلاش میں باہر بھیجا۔ گورو کی سندرتا اور یوگیتا دیکھ کر پروہت نے چندو سے ان کی سفارش کی۔ دیوان راضی تو ہو گیا لیکن اس نے یہ شبد بھی کہہ دیئے "لڑکی وہاں دے کر شاہی محل کی اینٹ کو موری میں لگا دینے کے برابر ہو گا۔ لیکن خیر" گورو ارجن دیو کو اس بات کا پتہ چل گیا۔ اور انہوں نے رشتہ لینے سے انکار کر دیا۔ چندو نے اسے اپنا اپمان سمجھا۔ لیکن کیونکہ ایک بار نشچے کر چکا تھا۔ اس لئے بار بار ناطہ پیش کیا مگر گورو ارجن دیو راضی نہ ہوئے۔ اس بات کو لے کر چندو نے گورو ارجن دیو کی شکایت کر دی۔ کہ جو گرنتھ شِشیہ

کے لئے تیار کیا گیا ہے۔ اس میں اسلام پر حملے کئے گئے ہیں۔ جہانگیر نے گورو ارجن دیو کو بلا کر اس بارے میں پوچھا۔ اس پر گورو جی نے کہا کہ گرنتھ کو کسی جگہ سے کھول کر دیکھا جا سکتا ہے۔ مغل نے اُسے کھولا تو وہاں ایشور کا ایک بھجن تھا۔ اب مغل نے کہا "اگر آپ اسلام کو بُرا نہیں سمجھتے تو حضرت محمدؐ کی تعریف میں بھی ایک گیت لکھ کر گرنتھ کے ساتھ جوڑ دیں"۔

گورو ارجن دیو کے لئے یہ پریکشا تھی۔ لیکن وہ بالکل اٹل ثابت ہوئے۔ جواب دیا "گرنتھ میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ واہگورو کی پریرنا کا پھل ہے۔ کسی کے کہنے پر اس میں کچھ نہیں بڑھایا جا سکتا"۔ مغل چپ ہو گیا۔ لیکن چندو نے پھر بھی پیچھا کرنا نہ چھوڑا۔ اس نے مغل سے شکایت کی کہ گورو اپنے آپ کو "سچا بادشاہ" کہلاتا ہے اور اپنے آدھین اس نے ایک بڑا بھاری سنگٹھن تیار کر رکھا ہے۔ اس پر گورو ارجن دیو کو ۲ لاکھ روپیہ جرمانہ کر دیا گیا۔ سکھوں نے چندہ جمع کرنا شروع کر دیا۔ لیکن گورو ارجن دیو نے اُن کو ایسا کرنے سے منع کر دیا۔ اور خود قید میں رہنا پسند کیا۔ —— اب چندو نے ان کو ایک بار پھر اپنی لڑکی کا رشتہ پیش کیا۔ لیکن گورو ارجن دیو نے ہنس کر معاملہ ٹال دینا چاہا۔

کہتے ہیں کہ اُن کو اُبلتے ہوئے پانی کے کڑاہے میں بٹھلانے، گرم ریت میں کھڑا کر کے جلانے اور انت میں گائے کے چمڑے میں بند کر کے سی دینے کا حکم دیا گیا۔ یہ سارا سامان راوی کے کنارے اکٹھا کیا گیا۔ گورو جی نے کہا "مجھے اشنان کرنا ہے"۔ اس کی اجازت مل گئی۔ گورو ارجن نے جل سمادھی لے لی اور پانی سے نکلے ہی نہ۔ اس آتما کے بلیدان نے پنجاب میں نوجیون کا سنچار کر دیا۔ (ادم شرم)

ایک نرالی شان پیدا کرنے کیلئے

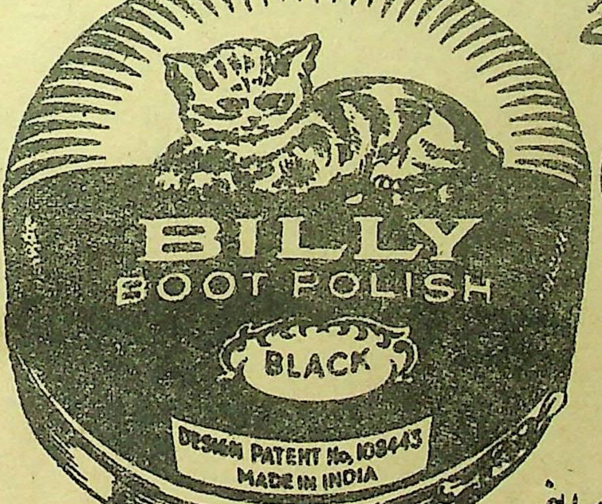

بلّی بوٹ پالش اینڈ بوٹ کریم استعمال کیجئے۔

کمپنی نے جدید ترین فارمولوں کے تجربات سے اپنی پالش میں بہت سی خوبیاں پیدا کر دی ہیں۔ ٥ آج ہی خریدیئے ٥ استعمال کیجئے اور ملاحظہ فرمائیے ٥ روزانہ لاکھوں استعمال کرتے ہیں۔

بلّی بوٹ پالش کمپنی دہلی ۶

• شری بندہ بیر بیراگی زندہ باد • مہاراجہ رنجیت سنگھ زندہ باد • ہری سنگھ نلوہ زندہ باد

جنم مرن دے ساتھی
ہندو تے سکھ

از پنجابی کوی شری پنا لال کشل ؔ مدیر

جیویں دُھپ ہے سُورج دے نال ہُندی — اتے پُرش پرکرتی دا میل ہُندا
نال جس طرح چن دے چاننی اے — نال بدلاں بارش دا کھیل ہُندا
کٹھے جیویں نیام تلوار دِسن — دِیوے نال روشن جیویں تیل ہُندا
اتے دیا دے نال ہے دھرم کٹھا — پُھلاں نال جیویں عطر پھلیل ہُندا
تیویں ہندو تے سِکھ وی ہین کٹھے جنم مرن دے ساتھی جہان اندر
ایہہ نے رُوح تے قالب اِک دوسرے دے ایہہ حقیقت ہے میرے بیان اندر

نگ نال شان ہے جیویں مندری دی — اَنکھ نال جیویں یودھے دی شان ہووے
نال وِدیا عزت وِدیارتھی دی! — نال وِیرتا بشر دا مان ہووے
نیکی نال ہے جیویں انسان اُچا — بھجن نال جیویں پُرش بھگوان ہووے
جیویں ہیرے دے نال ہے چمک ہُندی — اتے دان دے نال کلیان ہووے
تیویں ہندو دا مان ہے سِکھ دے نال اتے سِکھ دا ہندو نال مان دِسدا
جیہڑا آکھدا ایہہ دونویں وکھرے نے اوہ ہے مُوڑھ مُورکھ تے انجان دِسدا

کن کھول کے اساں دے سُنن ویری — دونویں اِک تے اِک ہی رہن گے ایہہ
سیٹاں سُوٹاں تے اینہاں وزارتاں تے — وکھو وکھ ہو کدی نہ بہن گے ایہہ
جیکر کرن گے راج تے کرن کٹھے — دُکھ سہن تے کٹھے ای سہن گے ایہہ
دونویں رہن گے چڑھدیاں کلاں اندر — دُشمن کولوں نہ کدی وی ڈھہن گے ایہہ
کیہڑے جیہے بلوان نے جگ اندر اینہاں دوہاں نُوں جیہڑے دبان والے
کشل آون مصیبتاں لکھ بھاویں تے ہندو سکھ نہیں کدی گھبران والے

یورپ میں مذہب اور سیاست میں ٹکّر

قسط نمبر ۳

شری رلیا رام شاہ

"کوئی مذہب اُس وقت تک ترقی نہیں کر سکتا جب تک اُس کے ساتھ سیاسی قوت نہ ہو گیجے کی حسین دیواروں کے نقش ونگار اپنی حفاظت خود نہیں کر سکتے جب تک کہ جنگجو سپاہیوں کی چمکدار تلواروں کا سایہ ان پر قائم نہ ہو۔ جس قوم میں بہادروں، بادشاہوں، عالموں، سیاستدانوں اور ہتھیار بند جانبازوں کی قدر نہیں ہوتی۔ وہ قوم آہستہ آہستہ دُنیا سے غائب ہو جاتی ہے"!

پوپ ہشتم کو بادشاہ کی یہ بات پسند آ گئی اور اس نے کہا کہ ملک خدا کا زمین بندوں کی حکم بادشاہ کا اور رہنمائی پادریوں کی ہی دُنیا کا بھلا کر سکتی ہے۔ سب کو مل کر ایک ایسا نظام تمدّن کی بُنیادوں پر استوار کرنا چاہیے کہ ہر ایک کو جسمانی آسائش اور رُوحانی سکون حاصل ہو جائے۔ اس مشورہ کے تحت یہ قرار پایا کہ انگلینڈ میں بلکہ سارے یورپ میں مذہب اور سیاست کی ٹکر کے اثرات کو زائل کرنے کی خاطر فیوڈل ازم "FEUDAL ISM" انتظام جاری کیا جائے۔ جو اس وقت کی سب سے بہادر قوم نارمن NORMANS کا طرۂ امتیاز تھا کیونکہ وہ انتظام اور اصولات قابل تقلید ہوتے ہیں۔ جو کسی اعلےٰ قوم نے اپنے معیار پر پرکھ کر افضل قرار دے دیئے ہوں۔

پوپ ہشتم کا مطلب اصل میں یہ بھی تھا کہ نارمن فیوڈل ازم "NORMAN FEUDALISM" تمام یورپ میں سرسبز ہو جائے۔ کیونکہ نارمن فرقے کے عیسائی ہمیشہ پوپ کی طرفداری اور حفاظت کا دم بھرتے رہتے تھے۔ اور ہنری چہارم کے حملے کو ناکام بنانے کا سہرا بھی نارمنوں کے سر پر تھا۔ بہرحال انگلینڈ میں فیوڈل ازم جاری ہو گیا جس میں سیاست اور مذہب کی آمیزش کچھ اس طور سے کی گئی تھی۔

فیوڈل ازم کا مطلب یہ ہے کہ دُنیا میں اکیلا آدمی کچھ نہیں کر سکتا۔ اس کی ہستی سمندر میں ایک قطرے سے زیادہ نہیں۔ دُنیا میں امن و امان کا قیام تبھی رہ سکتا ہے جب تمدّن کی بُنیادیں مضبوط اور دیرپا ہوں۔ تمدّن کو مضبوط بنانے کا طریقہ ہے مل کر کام کرنا۔ اتحادِ باہمی کے جذبات پیدا کرنا۔ دُنیا کی کسی بھی نعمت کو اپنی ذاتی ملکیت نہ سمجھنا۔ اگر ایک آدمی عالم ہے تو اس کا یہ فرض نہیں کہ اپنے علم سے وہ خود اکیلا ہی فائدہ اُٹھائے۔ اس کی قابلیت سے فیضیاب ہونے کا حق اس کے رشتہ داروں۔ اس کے دوستوں، اس کے پڑوسیوں اور اس کے ہموطنوں کو بھی ہے۔ اگر ایک آدمی ڈاکٹر ہے تو اُس سے دوائی لینے کا حق صرف اس کے دوستوں کا ہی نہیں بلکہ اس کے دشمنوں کا بھی ہے۔ ایک آدمی کے باغ میں سنترے ہیں وہ اس کے اپنے لئے نہیں ہیں بلکہ دُوسروں کو کھلانے کا جذبہ مقدم ہونا چاہیئے اگر ایک آدمی بہادر ہے تو یہ ضروری نہیں کہ وہ صرف اپنے صندوق کی ہی پاسبانی کرے بلکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ وہ اپنے وطن اور مذہب کی حفاظت کرے۔ اگر ایک آدمی کے پاس کوئی رُوحانی نکتہ یا بیش بہا نسخہ ہے تو وہ اسے مشتہر کرنے میں اپنی نجات مانے نہ کہ وہ بن بتائے ہی مر جائے تو وہ

قیمتی اور کارآمد نسخہ اس کے ساتھ ہی دفن ہو جاتے۔ دانہ دانہ مل کر ہی اناج کا ڈھیر بنتا ہے۔ تنکا تنکا کر کے ہی چڑیاں گھونسلہ بناتی ہیں۔ ایک ایک لفظ مل کر ہی کتاب مرتب ہو جاتی ہے۔ کچے دھاگے جُڑ جُڑ کر ہی ایک عظیم قالین کی شکل اختیار کرتے ہیں۔ اسی طرح ایک ایک آدمی مل کر ہی قوم بن جاتی ہے۔ قوم کو زندہ رکھنے کے لئے کچھ اصول اور ضابطے تیار کئے جاتے ہیں۔ جن پر چلنے سے آدمی سُکھی رہتا ہے۔ گیارھویں صدی عیسوی میں جو اصول اور ضابطے بنائے گئے اُن کا نام تھا فیوڈل ازم۔ جس کے مطابق طے پایا کہ اوّل ملک خدا کا حکم بادشاہ کا۔ کوئی بھی زمین کا مالک نہیں۔ پانی کا مالک نہیں ہوا کا مالک نہیں۔ مگر بقدر ضرورت استعمال کرنے کا حق ہر کسی کو ہے۔ حقوق کی بانٹ اسطرح ہے کہ زرخیز زمین اور عمدہ مویشی ہی مُلک کی دولت ہیں۔ عمدہ مویشی مثلاً گائے۔ بیل۔ بھینس۔ اونٹ گھوڑا خچر۔ ہاتھی۔ بکری۔ گدھا اور کُتا وغیرہ اس لئے خدا نے بنائے ہیں کہ وہ انسان کی خدمت کریں اور وفاداری کا دم بھریں۔ زرخیز زمین وہ ہے جو چاول۔ گندم۔ کپاس۔ سبزیات۔ میوے۔ جڑی بُوٹیاں۔ سونا چاندی پٹرول اور لوہے کے انبار اُگلتی رہے۔ کسی آدمی کی امارت۔ خوشحالی اور عزت کا اندازہ اس کی مقبوضہ زمین سے ہی لگایا جاتا تھا۔ دوئم جس آدمی کے پاس زمین ہوتی تھی اسے لارڈ LORD کہتے تھے۔ جو آدمی زمین چھوڑ کر نہیں جا سکتا تھا اُسے VILLEIN وِلین کہتے تھے۔ سوئم۔ لارڈ اور وِلین صاحبان کو زمین کی ملکیت کے عوضانے کے طور پر کچھ فرائض سرانجام دینے پڑتے تھے۔ چہارم۔ کچھ زمین بادشاہ اپنے تصرف میں بھی رکھتا تھا۔ ویسے لارڈ اور ولین صاحبان کی زمین بھی بادشاہ کے ہی تصرف میں شمار کی جاتی تھی۔ پنجم۔ بادشاہ اپنی زمین میں سے کچھ اراضی اپنے بیرن BARONS میں تقسیم کر دیتا تھا۔ جنہیں TANANT-IN-CHIEF کہا جاتا تھا۔ باقی اس کی اپنی ذاتی جائیداد اور زمین رہ جاتی تھی۔ جسے کراؤن لینڈ CROWN LAND کہتے تھے۔ ششم ٹیننٹ اِن چیف اپنی زمین کو آگے لوگوں میں بانٹ دیتا تھا۔ جنہیں میسنی ٹیننٹ کہا جاتا تھا۔ تمام زمین ہولڈروں کو بادشاہ کے واسطے مندرجہ ذیل کام کرنے پڑتے تھے۔

ا۔ فوجی خدمات۔ بوقت جنگ بادشاہ کو حسب ضرورت جوان مہیا کرنا اور بوقت امن ہتھیار بند سپاہیوں کا ایک دستہ جو بادشاہ کی فوج میں کم سے کم چالیس روز فی سال کام کرتا تھا۔ (ب) حلف وفاداری زمین لیتے وقت سب زمینداروں کو قسم کھانی پڑتی تھی کہ وہ بادشاہ سلامت اور اس کے جانشینوں کے تابعدار۔ وفادار اور خیرخواہ رہیں گے۔ خواہ ان کی اس میں جان بھی کیوں نہ چلی جائے۔ (ج) فوجی خدمت اور وفاداری کے ساتھ وہ ہر سال ایک قسم کا ٹیکس بھی بادشاہ کو ادا کرتے تھے۔ جس کا نام فیوڈل ایڈز (FEUDAL AIDS) تھا۔ (د) ریلیف کی رسم پر بادشاہ کو نذرانہ ادا کرتے تھے۔ یعنی جب کوئی زمین ہولڈر مر جاتا تھا تو اس کا بیٹا یا بیٹی مرحوم کی زمین پر قبضہ کرنے سے پہلے بادشاہ کی خدمت میں نذرانہ پیش کرتے تھے جسے ریلیف کا نذرانہ کہا جاتا تھا۔ (ی) وارڈ شپ WARD SHIP۔ اگر مرحوم زمین ہولڈر کا جانشین نابالغ ہوتا تھا تو اس کے بالغ ہونے تک زمین ایک سرکاری افسر کی تحویل میں رہتی تھی۔ بالغ ہو جانے پر جانشین کا فرض ہوتا تھا کہ وہ زمین پر قبضہ کرتے وقت ایک بھاری رقم بطور وارڈ شپ فیس کے ادا کرے۔ ورنہ عدم ادائگی کی صورت میں زمین سرکاری تحویل میں ہی چلی جاتی تھی۔

(ج) نابالغ جانشین اگر لڑکی ہوتی تھی تو سن بلوغت کو پہنچنے پر اس کی شادی کسی ایسے شخص سے کی جاتی تھی جو حکومت کا خیر خواہ ہو۔ وہ اپنی مرضی سے شادی نہیں کر سکتی تھی۔ شادی کے بعد اس کا شوہر فوجی خدمات۔ حلفِ وفاداری اور ریلیف وغیرہ کا ذمہ دار ہوتا تھا۔ (خ) ملک میں قحط۔ بیماری یا کوئی آسمانی آفت آ جانے کی صورت میں بادشاہ کسی بھی زمین ہولڈر سے کوئی بھی کام یا کتنی بھی امداد لے سکتا تھا۔ جس کا نام ALIENATION تھا۔ (د) منسوخی۔ وطن سے غداری کرنے والے زمین ہولڈروں کو فوراً زمین کی ملکیت۔ پانی۔ صفائی۔ روشنی اور شہری سہولیات سے محروم کر دیا جاتا تھا۔ (ک) بادشاہ زمین بیچا نہیں کرتا تھا۔ بلکہ جسے بھی دیتا تھا مفت الاٹ کرتا تھا۔ جن آدمیوں کو زمین اُن کی بہادری شجاعت یا شاندار فوجی خدمات کے صلے میں الاٹ ہوتی تھی۔ ان کی ملکیت کا نام ہوتا تھا TENURE BY SERJEANTRY (ل) جن آدمیوں کو زمین زندگی کے کسی کار آمد نکتے کی ایجاد پر مثلاً ٹیکنیکل ٹریننگ۔ سائنٹیفک ریسرچ۔ علم طب۔ علم ریاضی یا خدمتِ خلق کے موقع پر الاٹ ہوتی تھی۔ ان کی ملکیت کا نام ہوتا تھا TENURE IN FREE SOCAGE (م) بعض آدمیوں کو بادشاہ زمین بطور انعام کے خوش ہو کر دے دیتا تھا۔ مثلاً شاعروں۔ کلا کاروں اور فنونِ لطیفہ کے ماہروں کو یا اپنی کسی بیگم یا داشتہ کے رشتہ داروں کو۔ اس قسم کی ملکیت کا نام تھا TENURE IN VILLEINAGE

(باقی پھر)

صحیح تشخیص باقاعدہ علاج عمدہ دوائیں
کے
لئے

حب خاص الخاص
پٹھوں کی کمزوری
رعشہ اور بلغم کی
زیادتی کے لئے
قیمت صرف 2/ روپیہ

دانش
نزلہ۔ زکام اور
دماغی تھکاوٹ
کے لئے
قیمت صرف 2/12 روپے

گاندھی دواخانہ
152 ڈی کملا نگر دہلی
ٹیلیفون نمبر 22992

کاروبار کی کُنجی
ایڈیٹر پرتاپ دہلی کی رائے
یہ بلند پایہ دلچسپ
پُستک جسے ہندوستان کے عالی دماغ قابل ترین ہستیوں نے ترتیب دیا ہے۔ آپ کسی بھی قسم کی دوکانداری بیوپار حکمت تجارت کرتے ہیں کاروبار مندہ۔ آمدنی کم اور خرچہ زیادہ۔ اس میں یورپ۔ امریکہ۔ جرمنی۔ فرانس اور ہندوستان بھر کے نامور دوکانداروں بیوپاریوں تاجروں کارخانہ داروں کی وہ عملی سکیمیں اور خفیہ راز درج ہیں جن سے انہوں نے لاکھوں کمائے۔ گویا ہر پیشہ ور اپنے کاروبار کو چار چاند لگا کر سونے چاندی میں کھیل سکتا ہے ہزاروں مفید معلومات پُستک خوبصورت مجلد قیمت دو روپیہ ڈاکخرچ ایک روپیہ رقم پیشگی۔ وی پی نہ ہوگا۔
پتہ :- ڈاکٹر کا تینجہ بھارت دواخانہ ارجن نگر گوڑگانوال پنجاب
دہلی ایجنٹ
دیہاتی پُستک بھنڈار پنجابی پُستک بھنڈار ساگر سٹور لودھی بازار کرنال
چندوسی ایجنٹ۔ ٹیکسلا آیورویدک فارمیسی۔ ہندی دواخانہ قصور

اے وطن — از حسرت رسالپوری

پھولے پھلے رہیں ترے گلزار اے وطن
گاتے رہیں سدا ترے اشجار اے وطن

گلہائے حسن سے ترا دامن بھرا رہے
تو ہندیوں کے دل کی تمنا بنا رہے

بڑھتی رہے یونہی ترے سرو وسمن کی شان
ہو اور بھی فزوں ترے کوہ ودمن کی شان

گنگ وجمن بھی گیت سناتے رہیں سدا
میداں پھلوں کے ڈھیر اگاتے رہیں سدا

آئے نہ فرق تیرے جلال وجمال میں
آسودگی کا نور ہو فکر وخیال میں

سہ رنگا اوج پر بھی دکھاتا رہے جمال
طاری رہے عدو پہ ترے ہیبت وجلال

آزاد و باوقار رہے یہ ہند کی زمیں
کچھ اور جمیل ہو کچھ اور بھی حسیں

آپ کی ہمت
آپ کی محنت
ملک کی عظمت

ہندی سپاہی
از حسرت رسالپوری

مرد میداں ہو تمہیں صاحب نصرت ہو تمہیں
ہند کی آن ہو تم شان شہادت ہو تمہیں
تم سے منسوب ہے آزادئ کامل کا نشاں
جس پہ دل جھوم اٹھے نغمۂ شہرت ہو تمہیں
تم سے روشن ہیں شجاعت کی سنہری کرنیں
دولت حسن وفا حاصل عزت ہو تمہیں
شان ارجن کی دکھاتا ہے تمہارا پرچم
دہر کے عقدہ کشا بازوئے غیرت ہو تمہیں
سر جھکاتی ہے ہر ایک قوت باطل حسرت
صبح نوروز جہاں جرأت ملت ہو تمہیں

موتیوں میں تولنے والی کتاب

پربھو کے ساکشات درشن

(مصنفہ شری بھاگمل ساہنی)

اس نادر کتاب میں پربھو کے درشن کے مختلف طبقات کے کھولنے کی کنجی رکھی ہے۔ سچی روحانیت کی دقیق ترین گہرائیوں کو سادھارن باتوں میں کھول کر رکھدیا ہے۔ اس میں زندگی کی سبھی الجھنوں کا حل پایا جاتا ہے۔ یہ زندگی کا تحفہ اعلیٰ ترین سچائیوں کی روشنی میں صحیح طور پر جینا سکھلاتا ہے۔ لاجواب کتاب ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ۔ وی پی نہیں ہوگا۔ منی آرڈر بھیج کر کتاب بیرنگ منگوالیں۔ پتہ رسالہ اوم اجمیری گیٹ دہلی

جنیبر سیوک ہے پربھوجی کی شرن آؤ

پُنیہ اور پاون

ایڈیٹر

قدیم زمانے میں گنگا کے کنارے دیر گھ تپ نامی ایک رشی کے دو لڑکے تھے وہ پُنیہ اور پاون کہلاتے تھے۔ چاروں ویدوں کے جاننے والے کرم دھرم کے واقف۔ شاستروں کے اصلی تاتپریہ سمجھنے والے! یہ بھی اپنے باپ کے ساتھ گنگا تٹ پر تپ کیا کرتے تھے۔ پُنیہ کا دل چونکہ خواہشات سے آزاد تھا۔ اُس کو پورا گیان ہو گیا۔ مگر اس کے بھائی پاون کو صرف جزوی گیان ہوا۔ اور وہ بھرم کے ہنڈولے میں پینگ مارتا ہوا ادھر اُدھر جھومتا رہا۔ اور اگیان کے بس میں پڑا ہوا کبھی سُکھی اور کبھی دُکھی رہتا تھا۔ باپ چونکہ جگت کی واسناؤں سے اسنگ ہو گیا تھا۔ وہ بالکل اُداسین رہتا تھا۔ نہ کسی سے اُس کو محبت تھی نہ نفرت۔ اور اس سے اہنکار بالکل جُدا ہو گیا تھا۔ مسافر جس طرح منزل مقصود پر پہنچ کر اپنے سر کا بوجھ اُتار کر رکھ دیتا ہے۔ ویسے ہی اس نے بھی اپنی زندگی کے کام کی تکمیل کر لی تھی۔ اور برہم پد میں استھت ہو کر پھولوں کی خوشبو کی طرح پھولوں میں رہتا ہوا اُن سے نیارا ہو گیا تھا۔

جب دیر گھ تپ نے آتما کا ساکھشاتکار کر لیا تو اس نے اس شریر کو بھی تیاگ دیا۔ اس کی نیک بیوی نے بھی اس کے ساتھ ہی سنسار سے کوچ کیا۔ بڑے لڑکے پُنیہ کو ان کے مرتک سنسکار کی فکر ہوئی۔ مگر اس کے بھائی پاون کی کیفیت کچھ اور ہی طرح کی تھی۔ اس کے سر پر دُکھ کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ اور شُورکھ اگیانیوں کی طرح رونے لگا: ہائے میرے باپ! ہائے میری ماں! تم دونوں کہاں چلے گئے۔ اب کون مجھ کو پیار کرے گا؟ اور میں تمہارے بغیر کیسے جی سکوں گا؟ ہائے! اب میں کہاں جاؤں؟ اور کس کا سہارا لوں؟"

یہ لڑکا سخت دُکھی ہو کر جنگل میں پریشان رہنے لگا۔ من پر اس کا قابو نہیں تھا۔ وہ غم اور رنج سے دُبلا پتلا ہو گیا۔ بڑے بھائی کو کچھ فکر ہی نہیں تھی۔ وہ جانتا تھا کہ شریر ناشمان ہے۔ ایک نہ ایک دن اس کو برباد ہونا ہی ہے۔ اس نے ماں باپ کا داہ کرم کر دیا۔ مگر جب بڑے بھائی نے اپنے چھوٹے بھائی کی دشا دیکھی تو اس کو اسطرح سمجھانے لگا "تم کیوں بے چین ہو اور یہ غم کیوں ہے؟ ماں باپ کی سدگتی ہو گئی۔ دونوں برہم میں لین ہو گئے۔ اور موکش پد میں جا پہنچے۔ یہی منزل مقصود ہے۔ یہی پرم اوستھا ہے۔ تم بالعوض اس کے اُن کے لئے اس قدر ماتم کرتے۔ اپنے آپ کو سُدھارتے کیوں نہیں؟ تم نے کتنے جنم دھارن کئے اور کتنے ماں باپ کے ساتھ تمہارا تعلق رہ چکا ہے۔ آخر کس کس کے لئے ماتم کرو گے؟ درختوں کے پھلوں میں جتنے بیج ہوتے ہیں اُتنے ہی تمہارے جنم ہو چکے ہیں۔ ان کی گنتی کون کر سکتا ہے؟ رونے کو تم کلپ کلپانتر تک روتے رہو مگر اس کا انجام

کیا ہے؟ کچھ نہیں۔ جو پیدا ہوا وہ ضرور ہی مر جائے گا۔ کال کے چکر کو کون روک سکتا ہے؟ اور کبھی کسی کے روکنے سے وہ کبھی رُکا ہے؟ ندی کی دھار تو بہتی ہی رہے گی۔ اس واسنا کے مرگ ترشنا کے جل میں ایسی لہریں ہمیشہ ہی اُٹھتی رہیں گی اور تمام ندی نالے۔ پہاڑ اور جنگل پیدا ہو ہو کر ناش ہوتے رہیں گے۔ کسی اگیانی کے رونے پیٹنے سے کچھ نتیجہ تو ہوگا نہیں۔ وہ ہزار واویلا کرتا ہوا شور مچاتا ہے۔ یہ سب بے سود اور بے بہبود ہے۔ کون کسی کا دشمن اور کون کسی کا دوست۔ بیوی۔ بال بچے ماں باپ ان سب کے تعلقات فرضی اور ناشمان ہیں۔ نام اور روپ کے سوا ان میں ہے کیا؟ یہ ست نہیں ہیں اَست ہی ہیں۔ کسی کو اپنا دشمن مان لو۔ اور خود بخود من کے سمندر میں دشمنی کے خیال کی لہریں اُمنڈنے لگتی ہیں۔ امرت اور زہر دونوں ہی اپنا کام کرتے ہیں۔ اسی طرح اچھے بُرے خیال اپنا اپنا نتیجہ دکھایا کرتے ہیں۔ آتما میں یہ باتیں کہاں ہیں۔ تم سوچتے کیوں نہیں؟ یہ شریر ہڈی مانس لہو اور چمڑے کا ہے۔ یہ کیسی گندی شے ہے۔ اس کے موہ میں پڑنا بھرم اور بھول ہے۔ اگر ذرا اور بُدھی کو نرمل کر کے سوچو تو ہم اور تم دونوں ہی کلپت ہیں۔ سوائے برہم کے اور کیا ہے۔ گیان سمندر میں لہریں اُٹھ اُٹھ کر اسی میں سماتی رہتی ہیں۔ اسی طرح ہم دونوں اُپنیہ اور پاون بھی ہیں۔ آج ہیں کل نہ رہیں گے۔ ایک مرتبہ تم جمبو دیپ میں طوطے کی شکل میں پیدا ہوئے تھے۔ پھر اور جون میں جنم لیا تھا۔ میں تمہارے جنم کی کہانیاں کیسے سناؤں؟ ایک دو ہوں تو اُن کا ذکر بھی کیا جائے۔ تم بارہا کوشل، دیسارن۔ پونڈر۔ گرجر۔ تشرا۔ کولگن۔ بھوسل۔ کیکے اور شالو دیشوں میں پیدا ہو ہو کر مرے ہو۔ کبھی گائے بنے کبھی بیل۔ کبھی سانپ بنے اور کبھی پرند۔ تم واسناؤں میں پھنس کر اسی طرح ہمیشہ سے کرتے چلے آتے ہو۔ مگر کیا تم نے کبھی مرنے والوں کو زندہ کر لیا؟ رنج نہ کرو۔ آتم ستا کے بھید کو سمجھو اور من کو پوتر کر کے گیان کی پراپتی کر لو۔ پھر اس دکھ سُکھ کے سمندر سے پار ہو جاؤ گے۔ اور نروان پد میں جا پہنچو گے۔

بھائی کے اُپدیش کو سن کر پاون کے دل میں شانتی آگئی۔ دونوں کا من پرسن ہو گیا۔ اور آتم گیان کو پا کر وہ کچھ دنوں بن میں وچرتے رہے۔ اور دیو یہ مکت ہو گئے۔ جب چراغ میں گھی اور بتی نہیں رہی تو پھر اس کا بجھنا ضروری تھا۔ یہ دشا سب کی ہوتی ہے۔

تقدیر و تدبیر کا ایکسرے
مصنفہ شری بھاگ مل سینی
گھٹیا نیچی اور ادنیٰ قسمت کو تبدیل کرنے اور اپنے اندر قوت اور جوش عمل کی روح تازہ بتازہ پھونکنے کیلئے اس بصیرت افروز کتاب کا ضرور بالضرور مطالعہ کیجئے۔ یہ کتاب محض بھلائی انسانی ہمدردی اور حوصلہ افزائی کے لئے لکھی گئی ہے تاکہ ان جی ہارے ہوئے اور رنج و غم میں ڈوبے ہوئے کمزور بھائیوں کو شانتی کا سامان ملے جو گھٹنے ٹیک کر اپنی قسمت کو رو رہے ہیں تاکہ ان کے دلوں میں اطمینان کی لہر دوڑ جائے۔ اور ان کی زندگی پر چھائی ہوئی تاریکی کا خاتمہ ہو جائے۔ اور ان میں حوصلہ اور اُمنگ کی روشنی بھر جائے۔ قیمت صرف ایک روپیہ۔ وی پی نہیں ہوگا۔ منی آرڈر بھیج کر کتاب بیرنگ منگوائیں۔
ملنے کا پتہ:- دفتر رسالہ "ادم" اجمیری گیٹ دہلی

بھگوت بھگتی

از قلم ڈاکٹر راج بہادر ورما راز بریلوی

نظر میں بس گئی میری وہ کس کی شکل نورانی
سکون و کیف پاتا ہوں بجائے خوف و حیرانی

چلے آؤ چلے آؤ تصور ہے تمہارا ہی
تجاوز کر نہ جائے پھر پشیمان کی پشیمانی

کسی کی آہ و زاری پر ہیں خاموش وہ کیسے
انہیں اچھی نہیں لگتی کسی کی جب پریشانی

کہیں مل جائیں جو نقشِ کفِ پا راہ میں ان کے
کریں قربان ان پر مایۂ اسلوبِ انسانی

کہیں میرے تغافل سے نہ پھر جائے رخِ رنگیں
کہیں ہر غنچہ و گل کو نہ ہو جائے پریشانی

اسے اچھا سمجھ کر چاہتا ہے خویش و بیگانہ
جسے اچھی نہیں لگتی ہے دنیا کی پریشانی

رواداری نہیں کچھ خار و گل سے اب گلستاں کے
چمن میں کر رہے ہیں ہر طرح وہ اپنی من مانی

میری دیوانگی جب پردۂ منظر پہ آتی ہے
تماشا دیکھنے والوں کی بڑھ جاتی ہے حیرانی

تغزل فطرت حصہ ہے راز عاشق مزاجوں کا
مجھے مجبور کرتا ہے مگر شوقِ غزل خوانی

چمن چمن کے پھول

اشعار (مترجم۔ مہاتما دولت رام جی)

زہد و تقویٰ چیست اے مردِ فقیر
(۱) لا طمع بودن ز سلطان و امیر
(۲) بہر آب و ناں نگردی در بدر
آبروئے خود نہ ریزی بہر زر
ترک سازی صحبت اہلِ دوَل
(۳) گوشہ گیری تا نیفتی در خلل
گر بفاقہ جاں بر آید از قفس
(۴) چوں مگس دست مزن بر نانِ کس
(۵) زہد و تقویٰ نیست از بہرِ خلق
صوفئے باشی و پوشی کہنہ دلق

معانی

(۱) سوال۔ اے فقیر مرد بھگتی اور تپ کیسے کہتے ہیں؟
جواب۔ امیروں اور بادشاہوں سے کچھ بھی غرض نہ رکھنے کو
(۲) تو روٹی پانی (کھانے پینے) کے لئے دربدر مت پھر
اور اپنی عزت کو پیسے پیسے کیلئے ہاتھ سے نہ دے۔
(۳) دولتمندوں کی صحبت کا تیاگ کر اور ایکانت میں
نواس کر تاکہ تیرے دھیان بھجن میں خلل نہ ہو۔
(۴) گر فاقہ کرتے کرتے تیری جان بھی اس جسم کے پنجرے
سے نکل جائے تو پرواہ مت کر مگر مکھی کی طرح کسی
کے ٹکڑے پر ہاتھ مت ڈال۔
(۵) بھگتی اور تپ اور گیان دھیان اور فقیری لباس (پرانی
گودڑی) پہننا لوگوں کے دکھاوے کیلئے ہرگز نہیں ہونا چاہیئے

اخبار ملاپ رنگ منچ جدید پنجابی لٹریچر ۲۴ مارچ ۱۹۶۳ء میں ایڈیٹر اخبار ملاپ کی

کتاب "موت اور زندگی" پر خاص رائے

موت اور زندگی کا سوال ہر شخص کے سامنے ہر وقت رہتا ہے۔ ہر شخص زندہ رہنے کا خواہشمند ہے۔ دکھی سے دکھی انسان بھی مرنا نہیں چاہتا۔ لیکن جب دیش پریم اور زندگی کے بلند آدرشوں کا سوال سامنے آتا ہے تو موت بھی ایک کھیل دکھائی دیتی ہے لیکن موت اور زندگی یہ گورکھ دھندہ ہے کیا یہ سمجھ میں نہیں آتا۔ ہمارے بزرگوں نے اس موضوع پر بہت سی کتابیں لکھی ہیں لیکن اس کو سمجھنے کے لئے سنسکرت جاننی ہوتی ہے اور پھر ان کتابوں کا گہرا اور طویل مطالعہ کرنا پڑتا ہے۔ سوامی بھولا ناتھ ہمارے زمانے کے جو روحانیت کے ایک مشہور عالم ہیں انہوں نے لوگ ابھیاس سے موت اور زندگی کے مختلف پہلوؤں کا گہرا مطالعہ کیا ہے اس عنوان سے ایک نہایت ہی کامیاب کتاب لکھی ہے جس میں نہایت ہی آسان زبان میں گہرے رموز سمجھائے ہیں مغربی سائنس نے کس طرح روحانیت سے دور کر دیا ہے اور یہ پردہ اٹھانے کیلئے انہوں نے مغرب کی بڑی بڑی تھیوریوں کو غلط اور نامکمل ثابت کرکے ان کے بالمقابل ہندو تھیوریاں پیش کی ہیں۔ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ اس کا پہلا حصہ کئی سال ہوئے چھپا تھا۔ دوسرا حصہ ابھی **موت اور زندگی** پچھلے دنوں شائع ہوا ہے۔ ۳۲۰ صفحات پر مشتمل یہ خوبصورت چھپی ہوئی کتاب صرف تین روپے میں ملتی ہے۔ بار بار پڑھنے لائق ہے۔ ہر بار نئی روشنی ملتی ہے۔ راقم الحروف اس کتاب کو دس بار پڑھ چکا ہے اور ابھی پھر پڑھنے کی خواہش ہے۔

ملنے کا پتہ۔ **سوامی بھولا ناتھ سرنا امرت بازار کپورتھلہ**

حکیم نندلال صاحب پوری حکیم حاذق رجسٹرڈ میڈیکل پریکٹیشنر کے چند خاص مجرّبات

۱۔ برہمی رسایئن دماغ کی طاقت کیلئے خاص دوا ہے ہر قسم کی دماغی کمزوری کو دور کرتی ہے دماغی کام کرنے والوں کے لئے نہایت مفید ہے۔ جو لڑکے یادداشت کی کمی کی وجہ سے فیل ہو جاتے ہیں ان کو لگاتار تین ماہ تک کھلانے سے یادداشت بڑھ جاتی ہے۔ اور ایک دفعہ کا پڑھا ہوا یاد ہو جاتا ہے۔ قیمت ایک ہفتہ کیلئے ۲/- روپیہ ایک ماہ کیلئے ۷/- روپیہ

۲۔ دوائے ماسخورہ آج کل یہ بیماری اس قدر عام ہے کہ شاید ہی کوئی شخص اس سے محفوظ ہو۔ اس بیماری میں دانتوں کی جڑیں ننگی ہو جاتی ہیں۔ مسوڑھوں سے خون اور پیپ نکلتا ہے۔ دانت ہلنے لگتے ہیں۔ منہ سے بدبو آتی ہے۔ ہاضمہ خراب ہو جاتا ہے قیمت فی شیشی ۲/- روپے

۳۔ اکسیر معدہ یا شاہی چورن انسانی تندرستی کا دارومدار معدہ کی درستی پر ہے۔ اگر معدہ ٹھیک کام کرتا ہے تو کوئی بیماری پیدا نہیں ہو سکتی۔ معدہ کی خرابی سے بدہضمی۔ اپھارہ۔ بدبودار ڈکاروں کا آنا سینہ کی جلن پیٹ درد۔ کھانا کھانے کے بعد پیٹ کا بھاری ہو جانا وغیرہ وغیرہ۔ ان سب کو ٹھیک کرنے کے لئے یہ مجرّب دوا ہے۔ قیمت فی شیشی ۵ تولہ ۱/- روپیہ

۴۔ پائیلوز بواسیر خونی اور بادی کی نہایت کامیاب دوا ہے بغیر اپریشن کے بیماری ہمیشہ کے لئے دور ہو جاتی ہے۔ خون خواہ کس قدر کیوں نہ آتا ہو تیسرے دن بند ہو جاتا ہے۔ ایک ہفتہ میں افاقہ اور ایکماہ میں مکمل آرام آجاتا ہے۔ قیمت ایک ہفتہ کیلئے بمعہ مرہم ۲/۸ روپیہ۔ ایک ماہ کیلئے ۱۵/- روپے

۵۔ آنندوٹی جوڑوں کی درد خواہ بادی بلغم کی وجہ سے ہوں یا یورک ایسڈ کے جمع ہو جانے سے۔ ان گولیوں کے کھانے سے ہر حالت میں فائدہ ہوتا ہے۔ نئی تکلیف ایک ہفتہ میں اور پرانی تکلیف ایک ماہ میں ٹھیک ہو جاتی ہے قیمت ایک ہفتہ کیلئے ۲/- روپیہ

۶۔ آنند تیل ہر قسم کے دردوں پر مالش کرنے سے فوری فائدہ ہوتا ہے۔ درد خواہ وایو کی وجہ سے ہوں یا چوٹ لگنے کی وجہ سے ہوں۔ نمونیا کی درد ہو یا گنٹھیا کی وجہ سے ہر حالت میں فائدہ کرتا ہے۔ قیمت فی شیشی ایک اونس ۱/- روپیہ

۷۔ مرہم اگزیما آج کل یہ بیماری بھی عام ہو گئی ہے۔ اور عام طور پر یہ کیلشیم کی کمی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے مصفی خون دوائیں خاص فائدہ نہیں کرتیں۔ یہ بیماری ۲ قسم کی ہوتی ہے۔ ایک خشک دوسری تر۔ خشک میں کھجلی ہوتی ہے۔ اور جلد موٹی اور سیاہ ہو جاتی ہے۔ تر میں چھوٹے چھوٹے دانے نکلتے ہیں جن میں جلن اور خارش ہوتی ہے۔ اور کھجلانے سے پانی نکلتا ہے اور جہاں جہاں پانی لگتا ہے وہاں پر پھیلتی جاتی ہے بڑی کھوج کے بعد اس کا تسلی بخش علاج معلوم کیا ہے یہ مرہم خشک اور تر دونوں کیلئے مفید ہے قیمت ایک اونس کی ڈبیہ ۱/- روپیہ۔ ہزاروں بیمار آج تک شفایاب ہو چکے ہیں۔ علاوہ ازیں ہر ایک بیماری کیلئے مفید اور مجرب دوائیں موجود ہیں اپنی کیفیت لکھ کر یا خود تشریف لا کر مشورہ مفت حاصل کریں اور لابھ اٹھائیں۔

ملنے کا پتہ :- پوری میڈیکل سٹور 23 مسجد روڈ مارکیٹ جنگپورہ نیو دہلی ۱۴

Monthly 'OM' Delhi.

Vol. 30 JUNE 1963 Regd. No. D. 84

Food Value

ADDED IN

Paljee's

RICH FRUIT CAKE

Paljee's Fruit Bars contain 11 nourishing and delicious fruits and other ingredients rich in Vitamin A 1, B 2, Niacin and Iron. They are an ideal food for you and your family. An Ideal treat in all the seasons.

Air Tight Packing
Rs. 2.25
Loose Packing
Rs. 1.75
Kishmish Packing
Rs. 1.50
Plain Packing
Rs. 1.25

PALJEE & CO., NEW DELHI-5

Tittle Printed at : KANWAL ART PRESS Ajmeri Gate, Delhi-6.